المرشد

ماھنامہ

الله رسول محمد

جون
2007ء

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

پاکستانی عوام...... انصاف کی تلاش میں!

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

مسلمانو! تمہارا دوست اللہ ہے' تمہارا دوست اللہ کا رسول ﷺ ہے اور تمہارے دوست ہیں ایمان والے لوگ۔ یعنی مسلمان ہی مسلمان کا دوست ہے مگر یاد رہے وہ مسلمان دوستی کے قابل ہے جو خود اپنا دوست بھی ہو' ایسے مومن جو نماز ادا کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں یعنی ارکان دین پر عمل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اللہ کے سامنے عجز اختیار کرتے ہیں' مسلمانوں کے ساتھ نرم خو ہیں یہ لوگ دوستی کے قابل ہیں۔ یاد رکھو! جس کسی نے اللہ سے دوستی کی اور اللہ کے رسول ﷺ سے دوستی نباہی اور جو جماعت یا جو افراد ایمان پر قائم رہے کہ خلوص دل سے اعمال بجالانے میں پوری کوشش کرتے رہیں تو یہ یقین کر لو کہ یہ اللہ کی جماعت ہے اور ہر دور میں ہر ملک میں دنیا کے ہر گوشے میں جہاں بھی ان اوصاف کے مالک لوگ ہوں گے وہ ہمیشہ جیت میں رہیں گے اور غالب رہیں گے چنانچہ تب سے اب تک تاریخ اسلام شاہد ہے کہ باعمل مسلمان جب بھی آئے اللہ نے ان کی مدد کی اور اگر کہیں ذلت و رسوائی ہے تو اس میں مسلمانوں کی بے راہ روی سب سے بڑا محرک ہے!

اداریہ

پاکستانی عوام......انصاف کی تلاش میں!

چیف جسٹس آف پاکستان کی معطلی سے شروع ہونے والا احتجاج، بحران کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ 12 مئی 2007ء کو کراچی میں بے گناہ انسانوں کے خون کی آمیزش نے اس بحران کی شدت میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ وکلا کے ساتھ ساتھ اساتذہ، تاجر تنظیمیں اور مختلف عوامی حلقے بھی اس احتجاجی تحریک میں شامل ہو رہے ہیں۔ امر واقع یہ ہے کہ وطن عزیز میں عدل وانصاف نام کی کوئی چیز زندگی کے کسی بھی شعبے میں کہیں نظر نہیں آتی، اس حالت زار کو سمجھنے کے لئے بہت زیادہ علم یا بصیرت کی چنداں ضرورت نہیں ہر شہری بخوبی واقف ہے کہ عدل وانصاف کے حوالے سے ملک خداداد پاکستان کی حالت زار کیا ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ نے اگرچہ زندگی کے بہت سے گوشوں سے پردہ اٹھا دیا ہے لیکن ابھی ان تلخ حقائق کا نشتر بھی سامنے نہیں آیا جس سے اس ملک کا عام شہری دوچار ہے۔ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم اور مسائل کے لامتناعی سلسلے کے باعث اشرف المخلوقات حیوانوں سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ غربت کی وجہ سے عام آدمی کے لئے دو وقت کی روٹی بھی مشکل ہے، مہنگائی، آسمان سے باتیں کر رہی ہے، بیروزگاری عروج پر ہے، علاج معالجے کی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جرائم کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے، عدالتوں میں عام آدمی عدالتی اہلکاروں کے رحم وکرم پر ہے، سرکاری اداروں سے رشوت یا سفارش کے بغیر کسی جائز کام کے ہونے کا بھی کوئی تصور نہیں۔ معاملہ صرف عدلیہ ہی تک محدود نہیں امر واقع یہ ہے کہ وطن عزیز میں کوئی شعبہ زندگی ایسا نظر نہیں آتا جس میں عدل وانصاف کی ہلکی سی جھلک بھی موجود ہو۔ سیاست، معاشرت، معیشت، تعلیم، صحت غرض ہر شعبہ بدترین ناانصافی کا شاہکار اور ہر فرد انصاف کا طلبگار نظر آتا ہے متذکرہ بالا صورت حال کی تمام تر ذمہ داری صرف موجودہ حکومت کے سر تھوپ دینا بھی مناسب نہیں حق یہ ہے کہ گذشتہ جمہوری ادوار بھی عدل وانصاف کے حوالے سے بدترین دور ہی رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ماضی کے تجربات سے سبق حاصل کر کے حال کو بہتر بنانے کی تدبیر کریں اور ذاتی و گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر فوری اور سستے انصاف کے لئے نیک نیتی اور خلوص سے کوشش کریں اسی میں ہم سب کی فلاح ہے۔ عدل وانصاف کے حصول کے لئے اٹھنے والی حالیہ تحریک میں عوام کی دلچسپی انتہائی خوش آئند ہے لیکن اس کی کامیابی کے لئے پوری قوم کو جدوجہد کرنا ہوگی اور ایوان اقتدار سے لے کر غربت کی جھونپڑی تک ہر ایک کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر
نشانِ منزل
کونسی ایسی بات ہوئی ہے
سوچ سمندر
متاعِ فقیر
آتش جزیرہ
دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

غزل

تیرے حسن کی بات چھیڑی کسی نے
لگا یوں کہ جیسے نیا دن چڑھا ہو
نہ تھی ہوش خود کو وہاں لے کے جاتے
لگے یوں زمانہ ہی آگے بڑھا ہو
ملیں راستے میں ہوں' تیری طلب میں
وہ پتھر نہیں ہوں جو راہ میں پڑا ہو
تیرانام کیسے نہ آئے زباں پر
یہی تیر ہے وہ جو دل میں گڑا ہو
وہ عاشق نہ روئیں تو پھر کون روئے؟
جنہیں واسطہ بے وفا سے پڑا ہو
اٹھیں گی وہاں سے تو ٹیسیں ہزاروں
جگر میں کسی کے جو خنجر گڑا ہو
پرانا ہے مرض محبت ہمارا
یہ تپ وہ نہیں ہے نیا جو چڑھا ہو
چرائی ہے کسی نے بہاروں کی دنیا
یوں لگتا ہے گلشن پہ چھایا پڑا ہو
سمندر میں یادوں کے دیکھو تلاطم
یہ طوفان جیسے نیا پھر چڑھا ہو
دوانے کے مرنے پہ رویا تھا جنگل
سناؤ یہ قصہ کہیں گر پڑھا ہو
سنائے گا سیماب بھی یہ فسانہ
کہیں اس کا پارہ اگر نہ چڑھا ہو

اقوالِ شیخ

☆ ......'نفاذ اسلام کے لئے جان تک لٹا دینا ہمارا ایمان ہے اور اس پر ہم قائم ہیں اور انشاء اللہ قائم رہیں گے۔ اس میں کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔

☆ ......دعا جو اصل عبادت ہے ہم نے اسے رواج بنا دیا ہے اور رواج دین نہیں ہوتا' دین سے باہر کسی چیز کا نام ہوتا ہے۔

☆ ...... یہ نفرتیں دلوں کی بیماریاں ہیں یہ حکومت کے رعب سے ختم نہیں ہوں گی ان نفرتوں کا علاج ہے درد دل جو بارگاہ محمد رسول اللہ ﷺ سے تقسیم ہوتا ہے۔

☆ ......ہر چیز کی پہچان اس کے نتائج سے ہوتی ہے جس طرح ہر درخت کی پہچان اس کے پھل سے ہوتی ہے اسی طرح انسانی عقائد و نظریات کی پہچان اس کے کردار سے ہوتی ہے۔

☆ ...... اسلام خود عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ ہے۔ محبت کی سب سے بڑی درسگاہ حدیث محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ عشق الٰہی اور شریعت مطہرہ کو الگ الگ سمجھنے والے وہ لوگ ہیں جو ابلیس کے جھانسے میں آ گئے۔

☆ ...... محبت الٰہی زندگی کا مقصد ہے اور محبت کے لئے جاننا شرط ہے اور اللہ کی ذات کو جاننے کے لئے صرف ایک ذریعہ' ایک وسیلہ اور ایک ہی واسطہ ہے اور وہ ہے بارگاہ محمد رسول اللہ ﷺ!

☆ ...... انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مبعوث ہی اس لئے ہوتے ہیں کہ مخلوق کو اللہ کریم کی محبت سے آشنا کریں۔ اس کے وسیع کرم سے آشنا کریں اور اس بات سے آشنا کریں کہ حقیقی محبت کا مستحق صرف اللہ ہے۔

تصوف کیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ تعلق پیدا ہو جائے کہ علوم نبوت کا دریا دل میں جاری ہو جائے یہ تصوف ہے!

یہ تصوف ہے کہ اولیت ذکر الٰہی کو ہو باقی سارے کام ثانوی درجے میں چلے جائیں۔

صوفی جنگلوں میں نہیں جاتے صوفی اللہ کی کائنات کو آباد رکھنے کا سبب بنتے ہیں۔ صوفی ہمیشہ میدان عمل میں رہتا ہے اور صوفی میں استعداد کار غیر صوفی کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

تصوف یہ ہے کہ تعلیمات نبوت کے ساتھ برکات نبوت کو بھی قلب اطہر سے دل میں سمویا جائے!

حضرت امیر المکرم ملک محمد اکرم اعوان مدظلہ کا فکر انگیز خطاب

6-05-2007 کو دارالعرفان منارہ میں

الحمدللّٰہ رب العلٰمین o

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد والہٖ

واصحابہٖ اجمعین o

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم o

ان فی خلق السموت والارض .... ربنا ماخلقت

ھذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار o

اللھم سبحنک لا علملنا الا ما علمتنا انک انت

العلیم الحکیم

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّم دائماً ابداً

علیٰ حَبیبکَ مَن زانت بہِ العُصُروا

عہد حاضرہ انسانی ذہن اور انسانی دماغ کی رسائی کا ایک بہت روشن باب ہے اور انسانی تحقیق وتدقیق نے مختلف پہلوؤں پر ایسے ایسے رازوں تک رسائی حاصل کی ہے جن کے بارے آج سے پہلے سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا خصوصاً اس بیسوی صدی عیسوی کے نصف آخر میں بیشمار نئی ایجادات منصفہ شہود پر آئیں اور بیشمار تحقیق وتدقیق سامنے آئیں لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جہاں انسان کی سوچ مادی اعتبار سے بہت کمال کو پہنچی اور بے پناہ انسانی تحقیقات مادی اعتبار سے اپنے عروج پر پہنچیں اور بے پناہ تحقیقات اور بے پناہ ایجادات سامنے آئیں وہاں روحانی اعتبار سے بیشمار ایسے حقائق جو روز روشن کی طرح عیاں اور واضح تھے وہ انسانی نگاہوں میں دھندلا گئے یہ بڑی عجیب بات ہے اور حیرت انگیز بات ہے کہ جن لوگوں کو ہم قدامت پسند اور ترقی سے ناآشنا سمجھتے ہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہاں تک کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ عہد غیر مہذب میں تھے نقل کفر کفر نہ باشد اللہ کریم اپنی پناہ میں رکھے لیکن یہ بات کہی جاتی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اگر انسانیت کے معیار کو دیکھا جائے تو آج کا جو تحقیق

وتدقیق کا عہد ہے اور آج کا جو اپنے خیال میں روشنیوں کا اور روشن خیالیوں کا عہد ہے۔ کردار کے اعتبار سے یہ تہی دامن ہے اور جنہیں قدامت پسند کہا جاتا ہے وہ اعلےٰ اقدار پہ فائز نظر آتے ہیں یعنی جس عہد کو ہم آج تہذیب سے عاری سمجھتے ہیں انسانی تہذیب کا عروج اُس عہد میں نظر آتا ہے اور آج جس عہد پہ ہمیں ناز ہے تحقیق وتدقیق کے عہد پہ انسانیت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ انسانی معیار سے نہایت گرا ہوا اور حیوانی زندگی میں مبتلا نظر آتا ہے اور حقائق جو اُس عہد میں روز روشن کی طرح عیاں تھے۔ اس عہد میں وقت کی گرد کی تہوں کے نیچے دب گئے اور اس قدر بُعد پیدا ہو گیا ہے اتنی دوری پیدا ہو گئی ہے کہ آج انسانی عروج اور انسانیت کے کمال کا انکار کیا جاتا ہے۔ انکار نہیں بلکہ اُس کی تردید کی جاتی ہے اور بڑے نامور مقرر، بڑے بڑے نامور نامہ نگار، بڑے بڑے نامور مصنف اپنا سارا زورِ قلم اپنا سارا زورِ خطابت اُس روشنی کی تردید پہ صرف کر رہے ہیں حیرت ہوتی ہے کہ انسان کو کیا ہو گیا؟

انسانی کمال اور انسانیت کا کمال کسے کہتے ہیں میرا آج کا موضوع ہے کہ تصوف کیا ہے اور فرد کی زندگی اور معاشرے پر وہ کیا اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس لئے کہ میں نے کچھ کالم نگاروں کو پڑھا جو عہدِ حاضرہ کے بڑے محقق کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو متقدمین کی تقلید سے بھی بالاتر سمجھتے ہیں انہوں نے بڑے ایک غیر معیاری انداز میں اور بڑے سبکیانہ الفاظ سے اسکی تردید فرمائی ہے۔ اگرچہ اگر دیکھا جائے صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے تین زمانوں کو چھوڑ دیں۔ خیر القرون جو ہیں بہترین زمانے جو ہیں اُن کو چھوڑ دیں تو تبع تابعین سے لیکر آج تک امت مرحومہ میں سب سے زیادہ پڑھے لکھے سب سے بڑے عالم سب سے بڑے مفسر، محدث فقہاء اور سب سے بڑے سچے کھرے، نیک پارسا، متقی جتنے نامور لوگ ملیں گے آپ کو وہ سارے صوفی ملیں گے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ چودہ صدیوں میں وہ لوگ جو انقلاب آفرین تھے اور جنہوں نے ہر قدم پر لوگوں کی راہنمائی کر کے لوگوں کو گمراہی کے قعرِ مذلت سے نکال کر صراطِ مستقیم پہ گامزن کر دیا لوگوں کو نہیں انسانیت کے لئے انقلاب بپا کر دیئے یہ سارے لوگ جو تھے یہ خدانخواستہ بے راہرو تھے یا یہ سارے لوگ جاہل تھے یا یہ سارے لوگ عقل سے عاری تھے یہ کیسے ممکن ہے! وہ جو کہا گیا کہ

''ہماں شیران جہاں بستہ این سلسلہ اند''

دنیا بھر میں جتنے نامور لوگ گزرے ہیں جنہیں آپ اللہ کے شیر کہہ سکتے ہیں وہ سارے اس زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں سب صوفی ہیں۔

اب اگر کوئی لومڑی اس زنجیر کو توڑنا چاہے تو یہ اسکی بیوقوفی کے سوا کچھ نہیں وہ اسے نہیں توڑ سکتی اس میں دنیا بھر کے شیر جکڑے ہوئے ہیں۔ ایک لومڑی اس زنجیر کو کیسے توڑ سکتی ہے یہ میری بات نہیں ہے۔ یہ بہت ہی پرانا کسی اللہ کے بندے کا شعر ہے مجھے شاعر کا بھی پتہ نہیں۔

میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ چھٹی، ساتویں صدی عیسوی میں اپنی نگاہ کو لیجائیے اور روئے زمین پر بنی آدم کی حالت کو دیکھیے۔ بنی آدم کا حال کیا تھا۔ وحشت، درندگی، قتل وغارت گری، لوٹ مار، خون ناحق، عدم تحفظ، ظلم وبربریت، جور و جفا یا اس قبیل کا کوئی بھی لفظ اس میں آپ شامل کرتے جائیں اور جتنی لمبی فہرست بنا لیں وہ تھوڑی ہو گی انسانوں کے مظالم اس سے زیادہ ہونگے اس سے بڑھ کر وحشت کیا ہو گی کہ حکمران اور بادشاہ جو محافظ ہوتے ہیں رعیت کے وہ تفریح طبع کیلئے رعیت سے لوگوں کو پکڑ کر بھوکے درندوں کے آگے چھوڑ دیتے اور اُس کیلئے باقاعدہ پنڈال بنائے جاتے تھے، اُس کے

لئے باقاعدہ جگہیں بنائی جاتیں جس میں بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی اور اراکین سلطنت کی ہوتی اور عام شہریوں کے تماشہ دیکھنے کی جگہ ہوتی اور شہروں کے شہر اُمڈ آتے اور لوگ تماشہ دیکھتے' تالیاں پیٹتے' بھوکے درندے انسانوں کو چیرتے پھاڑتے ان کی چیخیں بلند ہوتیں' خون کے فوارے اچھلتے تو تالیاں بجائی جاتیں۔

جہاں تک خواتین کا تعلق ہے تو خاتون کو انسانیت سے محروم کر دیا گیا تھا خاتون کو انسان نہیں بلکہ ایک شے سمجھا جاتا تھا جسے خریدا بھی جا سکتا تھا جسے بیچا بھی جا سکتا تھا ایک تفریح طبع کی چیز تھی اور ایک عیاشی کا سامان تھا حتیٰ کہ بعثت نبویؐ کے زمانے میں لوگ دس دس' بیس بیس شادیاں کر لیتے تھے اور جب وہ مرتے تو جہاں اُن کا مال تقسیم ہوتا زمین و جاگیر تقسیم ہوتی' جانور تقسیم ہوتے وہاں بیٹوں میں باپ کی بیویاں بھی مال کے طور پر بانٹی جاتی تھیں اور صرف اتنی تمیز کرتے تھے کہ جس بیوی کے جس خاتون کے جو بیٹے ہوتے تھے وہ اپنی ماں نہیں لیتے تھے باپ کی دوسری بیوی لے لیتے تھے اور وہ ماں دوسرے بھائیوں کو دیدیتے تھے اور پھر وہ انہیں داشتہ یا اپنی عیاشی کا سامان بنا کر رکھتے اس سے بڑھ کر انسانیت کی تذلیل کیا ہوگی۔ آج کے ترقی یافتہ دور نے اس پہلو پہ کتنی ترقی کی ہے اگلے دن ڈاکٹر ذاکر نائیک تقریر کر رہے تھے میں نے ٹیلی ویژن پر تھوڑا سا وہ سنا میرے پاس فرصت نہیں ہوتی اور کبھی خبریں یا حالات حاضرہ جاننے کیلئے کوئی وقت مل جائے وہ بھی شائد کبھی کھانا کھاتے وقت کھانا کھانے کی دیر ٹیلی ویژن اُن کر دیا تو وہ حالات حاضرہ کا کچھ پتہ چل گیا یا کوئی کسی چینل پہ انکی تقریر لگی ہوئی تھی اور وہ سٹیج پر کھڑے ہو کر بتا رہے تھے کہ مغرب کے جو اعداد و شمار میں اُن کے مطابق آٹھ فیصد لوگ ایسے ہیں جنہوں نے محرمات کے ساتھ بدکاری کی ہے یعنی بھائی نے بہن کے ساتھ یا بیٹے نے ماں کے ساتھ یا باپ نے بیٹی کے ساتھ آٹھ فیصد میرا خیال ہے کہ ہر بارہواں آدمی بنتا ہے اب آپ یورپ اور امریکہ اور مغرب کی آبادی کو شمار کریں اور اُس میں دیکھیں کہ ہر بارہواں آدمی ماں کے ساتھ یا باپ بیٹی کے ساتھ یا بھائی بہن کے ساتھ بدکاری کر چکا ہے۔

اور اب چودہ سو سال پہلے چلے جایئے اور اُن لوگوں کو دیکھئے جو باپ کی بیویاں میراث میں بانٹ کر اپنی داشتائیں بنا لیتے تھے تو یعنی اس عہد کی دانش نے عقل و خرد نے اتنی ترقی کی ہے کہ یہ لوٹ کر چودہ صدیاں پیچھے چلی گئی اس نے ہوائی جہاز بنا لئے اس نے راکٹ بنا لئے اس نے بجلی کی روشنیاں قید کر لیں اس نے ٹیلی ویژن اور عجیب و غریب کیمرے ایجاد کر لئے اس نے کمپیوٹر ایجاد کر لیا یہ ساری ترقی جو تھی یہ مادی تھی یعنی مادے کے شعبے میں اس نے دل کی تبدیلی کا عمل سیکھ لیا' آنکھ کی تبدیلی کا عمل سیکھ لیا' اعضا کی پیوندکاری کا کام سیکھ لیا مادی طور پر اور اس نے وجود انسانی کی راحت کیلئے ایئر کنڈیشنز بنا لئے۔ بہترین گاڑیاں بنا لیں جہاز بنا لئے۔ بیشمار چیزیں ایجاد کر لیں ایسا الیکٹرانک میڈیا بنا لیا جس نے پوری دنیا کو ایک گاؤں بنا دیا ہے گلوبل ویلیج بن گئی ہے دنیا لیکن جہاں بات انسان کی آتی ہے انسان کیا ہے؟ انسان آپ کسے کہیں گے؟ جب بات انسان کی آئے گی تو تفسیر کبیر میں امام رازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موضوع پہ بڑی خوبصورت بحث کی ہے وہ فرماتے ہیں جب بات انسان کی آئے گی تو یقیناً اور لازماً بات روح کی ہوگی اس لئے کہ وجود کو وہ حرمت حاصل نہیں جو روح کو ہے۔ بیماری آتی ہے تو اسے لاچار کر دیتی ہے۔ موت آتی ہے تو اسے بیکار کر دیتی ہے۔ یہ گل سڑ جاتا ہے اور مٹی میں مل جاتا ہے واپس وہی مادہ کی صورتوں میں تبدیل ہوتا چلا جاتا ہے لیکن روح عالم امر کی شے ہے۔ قل الروح من امر ربی اور اسکی جسے آپ روح کا وجود کہہ لیں یا اُسکی ذات کہہ لیں اُس میں

کوئی تبدیلی نہیں آتی روح اُسی طرح قائم رہتی ہے لہٰذا اگر انسان کا اطلاق ہوگا تو روح پر ہوگا مجرد بدن جب روح کے ساتھ ہوتا ہے تو انسان ہوتا ہے جب روح سے الگ ہوتا ہے تو ایک مردہ ہوتا ہے ایک میت ہوتا ہے ایک ناکارہ محض ہوتا ہے اگر کسی کا بیٹا مر جائے یا باپ مر جائے تو سب یہی کہتے ہیں کہ میت کو اٹھاؤ میت کو دفن کرو کوئی نہیں کہتا کہ ابا جی کو اٹھالو کوئی نہیں کہتا کہ میرے بیٹے کو اٹھاؤ کیوں نہیں کہتے کیا وہ اُسی کے والد کا وجود نہیں ہے جس والد کو وہ بڑے پیار سے بڑے ادب سے بڑے احترام سے ابا جی کہتا تھا مرنے کے بعد کیوں نہیں کہتا؟ وہ جانتا ہے کہ اب یہ ابا نہیں ہے یہ ایک میت ہے۔ یہ ایک محض بیکار مٹی کا ایک ڈھیر ہے۔ لختِ جگر جن کے مرتے ہیں وہ اُسے اپنا بیٹا کیوں نہیں کہتے؟ وہ کیوں میت ہے ڈیڈ باڈی کیوں کہتے ہیں ڈیڈ باڈی کیا ہوتی ہے کیا وہ انسان نہیں ہے اس کا مطلب ہے وہ انسان نہیں ہے وہ روح کا ایک آلہ ہے جسے روح اس عالم آب وگل میں استعمال کر کے کردار ادا کرتی ہے۔ اچھا کرتی ہے یا بُرا کرتی ہے ایمان لاتی ہے یا کفر کرتی ہے نیکی کرتی ہے یا بُرائی کرتی ہے مجرد روح اس دارِ عمل میں عمل نہیں کرسکتی جب تک اُس کے پاس وجود کا ہتھیار نہ ہو تو یہ محض ایک ہتھیار ہے جو روح کو دیا جاتا ہے۔ اگر انسان کی بات ہوگی تو اُس کا اطلاق بدن اکیلے پر نہیں ہوگا بدن پر اطلاق روح کے ساتھ ہوگا اور اگر اکیلے پر ہوگا تو پھر روح پر ہوگا بدن پر نہیں ہوگا چونکہ یہ تغیرات جو بدن میں آتے ہیں وہ روح میں نہیں آتے وہ فناہ نہیں ہوتی وہ مٹتی نہیں وہ گلتی سڑتی نہیں تو اس اعتبار سے اگر ہم یہ سمجھیں کہ انسانی ترقی یا انسانیت کی ترقی کیا ہے تو انسانیت نے یہ ترقی کی کہ جس قعرِ مذلت سے اُسے نبی اکرم ﷺ نے اللہ کی کتاب نے، اللہ کے احکام و فرامین نے، اللہ کے دین نے نکال کر شرفِ انسانیت پر سرفراز فرمایا تھا وہاں سے گرتے گرتے آج کا آدمی پھر اُسی قعرِ مذلت میں گر چکا ہے جہاں چودہ سو سال پہلے تھا اب جب کردار میں اتنی کمی آئی ہے، تو باقی معاملات میں بھی ویسی آئی ہوگی آج آپ دیکھ لیں کہ کتنی قتل و غارت گری ہو رہی ہے۔ کون کس کو مار رہا ہے۔ کیا انسان انسانوں کو نہیں مار رہے! بعثت عالی سے پہلے بھی تو یہی تھا کہ ہر طاقتور کمزور کو کچلتا تھا۔ آج کیا ہے افغانستان میں کیا ہو رہا ہے؟ عراق میں کیا ہو رہا ہے؟ فلسطین میں کیا ہو رہا ہے؟ باقی دنیا کے ممالک میں شیشان میں یا جو روس سے ریاستیں آزاد ہوئیں اُن میں اور باقی جو ممالک ہیں جہاں جہاں یہ خانہ جنگی ہے کیا ہو رہا ہے؟ کیا انسان ہی انسان کو نہیں مار رہا! تو عہدِ جہالت یا قدامت جسے کہتے ہیں یا غیر مہذب زمانہ جو تھا اُس میں کیا تھا انسان انسان کا دشمن تھا کنتم اعداءً قرآن نے جو تصویر کھینچی ہے فرمایا تم صرف دشمن تھے اور بس کوئی کسی کا رشتہ دار نہیں تھا۔ کوئی کسی کا دوست نہیں تھا۔ باپ بیٹے کا دشمن، بھائی بھائی کا دشمن، پڑوسی پڑوسی کا دشمن جو خاندان خاندانوں کے دشمن، قومیں قوموں کی دشمن۔ ملک ملکوں کے دشمن صرف۔ دنیا میں صرف دشمن بستے تھے کنتم اعداءً دنیا میں صرف دشمن دشمن بس رہے تھے۔ انقلاب آفرین شخصیت تھی آقائے نامدار ﷺ کی جنہوں نے فالف بین قلوبکم جس کی بعثت نے بعثت عالی نے تمہارے دلوں میں محبت بھر دی۔ فاصبحتم بنعمته اخوانا اور اللہ کے انعام سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفسٍ واحدة و بث فھما رجالاً کثیراً و نساءً۔ لوگو! اُس اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ درست رکھو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا فرمایا قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ اللہ نے ایک فرد کو دستِ قدرت سے بنایا حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ ایک فرد کو دستِ قدرت سے بنایا مٹی سے بنایا جسے بنایا ایک فرد کو پیدا فرما دیا اب، اُس کے ساتھ جو جوڑا پیدا کیا گیا

اُسی طرح مٹی سے اماں حوا نہیں بن سکتی تھی۔ حضرت آدم کو جب ایک گارے سے بنایا۔ ایک مٹی سے بنایا تو اُسی مٹی سے ایک کی بجائے اللہ کریم دو بنا دیتے مرد بھی خاتون بھی آدم علیہ السلام بھی حوا بھی اللہ نے یہ پسند نہیں فرمایا بلکہ حضرت حوا کو آدم علیہ السلام کے وجود سے بنایا اُن کے وجود سے نکالا یہ بنیادی وہ رشتہ ہے جو فرد کا فرد کے ساتھ ہے کہ ہر فرد دوسرے فرد کے وجود کا حصہ ہے۔ دنیا کا ہر فرد انسانیت کا حصہ ہے جیسے ایک درخت ہے اُسکا تنا اُگتا ہے۔ کونپل اُگتی ہے وہ تنا بن جاتی ہے۔ اُس سے ڈال نکلتے ہیں پتے نکلتے ہیں پھول نکلتے ہیں پھل آتے ہیں لیکن وہ پھل اُس درخت کا ہوتا ہے۔ وہ پھول بھی اُس درخت کا ہوتا ہے وہ پتے بھی اُس درخت کے ہوتے ہیں وہ کونپلیں اور شاخیں بھی اُسی درخت کی ہوتی ہیں اور بنیادی طور پر وہ سارے ایک درخت کے بن کر سایہ فگن رہتے ہیں۔ پھل دیتے ہیں پھول دیتے ہیں درخت کی سرسبزی اور شادابی پر اور اگر وہ پتے ایک دوسرے کو کھانے لگ جائیں اگر کسی درخت کے پتوں میں یہ چیز پیدا ہو جائے کہ آدھے پتے دوسرے آدھے پتوں کو کھانے لگ جائیں تو اُس درخت کا کیا حال ہوگا!

قدرت نے یہی نسبت عالم انسانیت کی بنائی وہ چاہتا تو ہمیشہ لوگ مٹی سے بنتے جس طرح آدم علیہ السلام کو بنایا اسی طرح اماں حوا کو بناتے اور آئندہ بھی توالد و تناسل کی بجائے مٹی سے لوگ بنتے رہتے زمین سے اُگتے رہتے وہ قادر تھا اُس نے یہ پسند نہیں فرمایا ایک ذات کو مٹی سے بنایا ساری انسانیت کو اُس ایک ذات سے نکالا انکی بیوی کو یا انکی زوجہ کو اُن کے وجود سے نکالا اور انکے دونوں کے اختلاط سے انسانیت کو پیدا فرمایا یعنی تنا ایک ہے شجر ایک ہے۔ بنیاد ایک ہے اور سارے افراد انسانیت اُس کے پتے، پھل اور پھول ہیں کوئی کوئی شاخ ہے جو ہزاروں پتوں کو پال رہی ہے، کوئی کلی ہے جو بہار دے رہی ہے کوئی پھول ہے جو خوشبو بکھیر رہا ہے کوئی پھل ہے جس سے انسانیت مستفید ہو رہی ہے اسی طرح اُسی میں سے کوئی عادل سلطان ہے کوئی اُسی میں سے اللہ کا نیک عالم ربانی ہے۔ کوئی اُسی میں سے بہترین مجاہد ہے کوئی اُسی میں سے بہترین محقق ہے۔ یہ سارے نامور لوگ کیا ہیں؟ کوئی پھل ہے۔ کوئی پھول ہے عامتہ الناس کیا ہیں یہ سارے پتے ہیں اور جن ڈالوں پہ یہ پتے جیتے ہیں وہ ڈالیں حکومتیں ہیں حکمران ہیں۔

اب اگر ڈال سوکھ جائے تو پتوں کا کیا ہوگا حکومت گمراہ ہو جائے تو پتے تباہ ہو جائیں گے۔ ساری رعیت ظلم کی نذر ہو جائے گی پھول خوشبو کی بجائے سڑان دینے لگیں تو کیا ہوگا۔ پھل اگر غذا دینے کی بجائے گل سڑ جائیں بیماریاں دینے لگیں تو کیا ہوگا جس ترقی پہ آج ہم کھڑے ہیں وہاں انسانیت کے اعتبار سے ڈالیں سوکھ رہی ہیں پتے جل رہے ہیں پھل گل سڑ چکے ہیں اور پھول خشک ہو کر بکھر رہے ہیں اور جسے آج کا دانشور قدامت پسندی کہتا ہے۔ اُس میں تو ڈالیں بھی ہری بھری تھیں خوشبو سے چمن معطر تھا اور پھل لذت سے بھرے ہوئے تھے وہ قدامت پسند عہد تھا یا آج کا عہد قدامت پسند ہے کہ جو پھر چودہ سو سال پہلے والے معاشرے میں لوٹ کر چلا گیا فرق ہے تو صرف ان برقی قمقموں کا ہے اور کیا فرق ہے انسانی کردار کے اعتبار سے کیا فرق ہے آپ ٹی۔ وی کو چھوڑ دیں۔ آپ موٹروں گاڑیوں کو چھوڑ دیں آپ جہازوں کو بجلی کو ٹیلی فون کو چھوڑ دیں انسان کو دیکھیں انسانیت کہاں پہنچ گئی۔

یہ جو عمل تھا اُس جہالت سے نکال کر بندوں کو روشنی میں لانے کا۔ یہ جو عمل تھا خشک ڈالوں کو ہرا کرنے کا۔ پتوں کو سرسبز کرنے کا پھر سے گل کھلانے کا پھر سے تازہ پھل لانے کا یہ عمل تھا برکات نبوت کا علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اللہ کے نبی اور رسول معاذ اللہ فلسفی

نہیں ہوتے وہ صرف فلسفہ نہیں بتاتے فلاسفی ڈسکس نہیں کرتے وہ حقائق صرف بتاتے نہیں بلکہ نبی کا کمال یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی سے کہتا ہے اللہ اور وہ اگلا قبول کرتا ہے تو وہ صرف اُس کا دماغ اللہ قبول نہیں کرتا اُسکی رگ رگ میں اللہ دھنس جاتا ہے اُس کے رگ وریشے میں اللہ سرایت کر جاتا ہے۔

آج کی سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ سب سے باریک ذرہ ایک ایٹم ہے اور اُس سے بھی چھوٹا ایک سیل ہے جس سے وجود بنتے ہیں وہ ایٹم سے بھی کہیں چھوٹا ہے سیل جس سیل سے ایٹم خود بنتا ہے اُس سیل میں بھی یہ آج کی سائنس کہتی ہے کہ وہ جو سب سے چھوٹا سیل ہے اُس سیل میں شب و روز ہیں۔ اُس میں بھی خزاں بہار ہے۔ اُس میں بھی منفی مثبت ہے۔ اُس میں بھی روشنی اور اندھیرا ہے اُس میں بھی مختلف چیزیں جس طرح سارا جہان آباد ہے۔ اُس چھوٹے سے سیل کے اندر بھی ایک جہان آباد ہے اور وہ سیل جو ہے۔ وہ کاریگر نے ایسی بنیاد بنائی ہے بنانے والے نے کہ انہیں سیلوں کو ایک نسبت سے جوڑتا ہے تو وہ پودا بن جاتا ہے دوسری نسبت سے جوڑتا ہے تو دوسرا پودا' تیسری نسبت سے جوڑتا ہے تو وہ جانور بن جاتا ہے۔ چوتھی نسبت سے جوڑتا ہے تو پرندہ بن جاتا ہے انہیں سیلز کی ایک نسبت جُوتی ہے تو انسان کا وجود بن جاتا ہے۔ قرآن دوسرا نہیں تھا اُن کیلئے دوسری تسبیحات نہیں تھیں کوئی روزوں کا حکم الگ نہیں تھا یہی دین تھا جو آج ہمارے پاس ہے لیکن برکات نبوت روبرو تھیں وہ سورج کے روبرو تھے اور نبی صرف زبانی تعلیم نہیں دیتا بلکہ زبانی تعلیم دینے سے پہلے نگاہ نبوت ہر باڈی سیل کو روشن کر دیتی ہے۔

ویزکیھم ویعلمھُم الکتاب والحکمتہ تزکیہ پہلے ہو جاتا ہے تعلیم کتاب وحکمت بعد میں۔ تزکیہ کیا تھا؟ اگر وجود کے نہانے دھونے کی بات تھی تو آج کا انسان نہانے دھونے میں تو دن میں چار بار نہاتا ہے اور چار بار کپڑے تبدیل کرتا ہے۔ آج کے جو باتھ روم بنے ہوئے ہیں اُن میں جس طرح کے سوپ اور جس طرح کے وہ استعمال ہو رہی ہیں چیزیں وہ سہولتیں تو پہلے نہیں تھیں تو آج بظاہر تو چمک ومک میں تو آج کا انسان آگے ہے وہ تزکیہ وجودوں کا نہیں تھا وہ تزکیہ انسان کا انسانیت کا ارواح کا تھا' قلوب کا تھا' باطن کا تھا کہ اک نگاہ نبوت نے قرآن فرماتا ہے۔ ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ اب انسان کی ابتداء اور انتہا کیا ہے کہ جلد سے شروع ہوں اور نہاں خانہ دل تک چلے جائیں یعنی اگر آپ آج کی زبان میں بات کریں یہ تو بالکل یہ کہیں گے کہ اُس کا ہر باڈی سیل ذاکر ہو گیا تھا ہر وجود کے ہر سیل پر ذرے میں لکھا گیا تھا۔ لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ۔

کوئی ادارہ بنایا حضور نے کوئی انسٹی ٹیوشن بنایا کوئی یونیورسٹی بنائی کوئی ایسا طریقہ کار کہ جس میں لوگ تبدیل ہوں اور وہ سمجھ جائیں انہیں پڑھایا جائے سمجھایا جائے ایک آدمی یہ ایک تاریخ کا حصہ ہے۔ یہ محض روایت نہیں' میں مثال نہیں دے رہا یہ تاریخ کا حصہ ہے کہ ایک شخص اپنا گلہ چھوڑ کر ریوڑ چھوڑ کر شام کو حاضر ہوا بارگاہ رسالت پناہی میں کہ مجھے کلمہ پڑھائیے میں آپ پر ایمان لاتا ہوں صبح جو فوج جا رہی تھی محاذ پر آقائے نامدار ﷺ نے اُس آدمی کو جو شام ایمان لایا تھا صبح اُس کا جرنیل بنا دیا کہ تم اس کے کمانڈر رہو اور ان کے ساتھ جہاد پر جاؤ ہم دیکھتے ہیں کہ ساری ترقی کے باوجود ایک نو عمر بچہ کیڈٹ بھرتی ہوتا ہے اور اٹھائیس' پچیس تیس سال لگ جاتے ہیں اُس کو جرنیل بنتے بنتے اور دنیا بھر کے اداروں میں اُسے بھیجا جاتا ہے ساری عمر وہ کورسز کرتا رہتا ہے۔ پڑھتا رہتا ہے۔ بھنویں سفید ہو جاتی ہیں تو جرنیل بنتا ہے بتائیے آپ کے کتنے جرنیل کامیاب جرنیل ہیں' کتنے ایسے ہیں جن کو تاریخ نے یاد رکھا؟ کوئی نہیں ملتا اور وہ جرنیل جو

شام کو آیا نہ اُسے کسی نے فوجی تربیت دی نہ اُسے کسی نے لیکچر دیا نہ اُسے کسی نے سمجھایا وہ جرنیل جو صبح حضورﷺ نے محاذ پر روانہ کر دیا۔ تاریخ اسلام میں سے کسی جرنیل کو بھلا کر زمانہ دیکھے۔ کسی پر انگلی اٹھا کر دیکھے۔ کسی پر اعتراض کر کے دیکھے۔ کہاں سے سیکھا انہوں نے؟ آگے چلتے ہیں۔ تھوڑا سا اس سے آگے چلتے ہیں۔

فرعون کا دربار لگا ہوا ہے موسیٰؑ کے پیغام نے ہلچل مچا دی ایک عام آدمی اٹھ کر کھڑا ہو گیا ہے اور اُس بندے کو کہتا ہے جو کہتا ہے میں رب ہوں مجھے سجدہ کرو میں رب ہوں اور اتنا جابر و قاہر ہے کہ لوگ مجبوراً سجدہ کرتے ہیں اُسے کہہ رہا ہے کہ تم مخلوق ہو اور رب اللہ کریم ہے تم اُسکی ربوبیت کا اقرار کرو کیسی عجیب بات ہے۔ فوجیں' طاقت' قوت' خزانے' دولت فرعون کے پاس ہے اور ایک بظاہر تہی دست شخص ایک دوشاخہ چھڑی لیکر کھڑا ہے ساتھ اُس کے ایک بھائی ہے دو بندے ہیں وہ کہتے ہیں توبہ کرو اللہ کی بارگاہ میں تم ایک عام آدمی ہو اپنے گناہ معاف کراؤ اور اللہ کو سجدہ کرو ہمیں اللہ نے بھیجا ہے اُس نے کہا کون اللہ ہے کہاں سے تمہیں بھیجا ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے سب جہانوں کو پیدا کیا۔ جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے جو تمہیں بھی کل موت دے گا جس نے تمہارے آباؤ اجداد کو موت دیدی آج وہ گئے کل تمہیں بھی اُس کے حضور جانا ہوگا۔

تمہیں اللہ نے کیا نشانی دی؟ انہوں نے معجزات پیش کر دیئے اب اُس نے کہا یہ تو جادو ہے اُس نے پورے ملک میں پوری سلطنت میں اعلان کرا دیا کہ سارے جادوگر جمع ہو جائیں اور ان کے جادو کا مقابلہ کریں وقت مقرر ہو گیا دن مقرر ہو گیا۔ فرعون کا دربار ہے اسکی فوج ہے اُس کے لاؤ لشکر ہیں۔ اُس کی رعیت ہے ساری تماشہ دیکھنے والی اور جادوگروں کی ایک تعداد ہے اور میدان بھرا ہوا ہے وہ جادوگر کہتے ہیں فرعون سے کہ

ان لنا لاجراً ان کنا نحن الغلبین ٥ اگر آج کا میدان ہم نے مار لیا تو ہمیں پھر خاص انعام سے نوازا جائے گا پھر آپ کو ہمیں بہت بڑا انعام دینا پڑے گا اُس نے کہا بیشک۔ **انکم من المقدبین** ۔تم کیا چاہتے ہو میں تمہیں اپنے اہل دربار میں جگہ دیدوں گا۔ ایک دن کا انعام نہیں ایک دن کی ایک گاؤں کی جاگیر نہیں بلکہ میں تمہیں پکا پکا اپنے دربار میں تمہاری سیٹیں لگا دوں گا اور تم میرے اہل دربار میں ہو جاؤ گے جن پر ہمیشہ میری نوازشیں عام رہتی ہیں۔

اب میدان سجا مخلوق حاضر ہے دیکھنے کیلئے جادوگروں نے نبی سمجھ کر نہیں ایک بڑا جادوگر سمجھ کر کہ بھئی ہے تو بڑا ماہر فن جس نے فرعون کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے اہل فن اپنے اہل فن کا احترام تو کرتے ہیں تو انہوں نے موسیٰؑ کا ادب کیا اور پوچھا کہ بھئی آپ کی حیثیت بھی جو ہے وہ کم تو نہیں ہے اگر آپ نے فرعون کو مصیبت میں ڈال دیا ہے اور اُسے ملک بھر سے جادوگر بلانے پڑے ہیں تو پھر آپ لائق احترام تو ہیں۔ آپ پہلے اپنا کمال دکھانا پسند فرمائیں گے یا ہمیں اجازت دیں گے کہ ہم اپنی جادوگری کا کمال دکھائیں۔ ایک چھوٹی سی بات ہے دیکھیں اس میں یہی تصوف ہے سارا یہ تصوف ہے کہ اللہ کے رسول کا انہوں نے احترام کیا اب وہ نبوت سے تو نا آشنا نہیں تھے کسی نبی کا زمانہ دیکھا نہیں تھا کسی نبی کی تعلیمات انہوں نے تو فرعون کو خدا دیکھا تھا لیکن ایک بات کے وہ قائل تھے کہ بندہ باکمال ہے جس نے فرعون جیسی شخصیت کو مصیبت ڈال دی ہے بندہ باکمال ہے صاحب کمال کا احترام ہونا چاہیے تو انہوں نے کہا کہ حضور آپ اپنا کمال پہلے دکھائیں گے یا ہمیں اجازت دیں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اپنا دکھاؤ تو انہوں نے کوئی شہتیر پڑے تھے کوئی بڑے بڑے رسے لا کے رکھے ہوئے تھے انہوں نے جادو پڑھا تو وہ میدان میں جتنے شہتیر تھے اور رسے تھے وہ اژدھا بن کر

دوڑنے لگے اور ہر طرف طوفان مچ گیا اب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تو انہوں نے وہ اپنا عصا پھینکا تو اتنا بڑا اژدھا بنا کہ جتنے وہ انہوں نے اژدھا بنائے تھے خواہ وہ رسے تھے یا شہتیر تو اُس نے ایک سرے سے نگلنے شروع کئے اور پل بھر میں سب کو نگل گیا اور جب سارا میدان اُس نے صاف کر دیا تو موسیٰ نے ہاتھ رکھا تو وہ عصا تھا نہ اُس کا قد بڑھا نہ وہ موٹا ہوا اور نہ وہ پتلا ہوا اور نہ باقی کوئی شہتیر اور رسہ میدان میں نکلا یہ تصوف ہے کہ اللہ نے جادوگروں کو وہ شعور دیدیا کہ یہ جادو نہیں ہے جادو ہوتا تو جو ہم نے جادو کیا تھا اُس کو باطل کر دیتا اور وہ پھر واپس شہتیر اور رسے نگل گئی اور پھر لاٹھی کی لاٹھی ہے اس کا مطلب جانتے نہیں تھے کہ نبی ہے لیکن یہ جانتے تھے کہ بندہ لائق احترام ہے اُس ایک ادب نے انہیں نبی کا نورِ نبوت سمجھنے کی توفیق دیدی اور فرعون بھڑک اٹھا۔

انہوں نے کہا جی ہم ایمان لائے بھائی یہ تو اللہ کا رسول ہے کوئی جادوگر اس طرح نہیں کر سکتا۔ جادوگر ہوتا ہمارے جادوؤں کو باطل کر دیتا تو وہ شہتیر اور رسے تو میدان میں ملتے یہ نبی ہے، یہ معجزہ ہے یہ جادو کا کھیل نہیں ہے اب انہیں کسی نے نہ کلمہ پڑھایا نہ آخرت کے بارے بتایا نہ برزخ کے بارے بتایا نہ قیامت کے بارے کوئی تقریر انہوں نے نہیں سنی۔ کوئی ملاقات انکی موسیٰ علیہ السلام سے پہلے نہیں ہے فرعون بھڑک اٹھا اُس نے کہا اچھا تو تم اتنی بڑی گستاخی کر رہے ہو تو میں تمہارا ایک طرف کا بازو، دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دوں گا اور تم سب کو ابھی سولی پہ لٹکا دوں گا۔

انہوں نے کہا ''فاقض ماانت قاض'' جو کر سکتا ہے کر یہی نہیں اس سے زیادہ کوئی ظلم کر سکتا ہے تو کر نتیجہ کیا ہوگا ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے ہم پہلے پہلے مسلمان شمار ہونگے۔ روزِ حشر ہمیں شرمندگی نہیں ہوگی ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو گا۔ یار! یہ ساری باتیں انہیں کس نے بتائیں؟ کب بتائیں؟ کوئی فرصت درمیان میں ملتی ہے سیکھنے سکھانے کی؟ یہ تصوف ہے کہ نبی کے ساتھ وہ تعلق پیدا ہو جائے کہ علوم نبوت کا دریا دل میں جاری ہو جائے یہ تصوف ہے۔

یہ تصوف ہے کہ اس مادی زندگی سے کفر کی اور گناہ کی زندگی سے ایمان کی موت نصیب ہو جائے یہ تصوف ہے۔ دنیا چھوڑنی پڑ جائے تو اس پہ خوش ہو جائے کہ تلافی مافات ہو جائے گی۔ قتل ہو جاؤں گا تو کیا بات ہے۔ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اللہ راضی ہو جائے گا رہ کر کیا کرنا ہے جانا تو ہے کل نہیں گئے، آج چلے گئے تو کیا فرق پڑتا ہے یہ وہ فیض رسالت ہے۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

کہ چھوٹا سا ننھا بچہ جو ساتھ چل رہا ہے وہ تعبیر دے رہا ہے کہ ابا جی خواب کی بات آپ کر رہے ہیں۔ آپ نبی اور رسول ہیں۔ رسول کا خواب وحی ہوتا ہے۔ یابت فعل ماتئو مر آپ کا خواب نہیں آپ کا حکم دیا جا رہا ہے اور جو حکم دیا گیا اُس پر عمل کرو یہ کس نے پڑھا دیا ننھے سے اسماعیلؑ کو۔ کسی سکول نہیں گیا کسی مکتب نہیں گیا۔ کس نے سکھایا؟ یہ جو فیضان نظر کی بات ہے یہی تصوف ہے۔

نبی کریم ﷺ نے کوئی ادارے نہیں بنائے بلکہ جو ایمان لایا وہ دعوت تھی یتلو علیھم ایتہ اللہ کا پیغام پہنچایا بندوں کو اور جو ایمان لایا۔ یـزیکھـم جس نے کلمہ پڑھ لیا وہ پیغام اُس کے ہر باڈی سیل ہیں دھنس گیا ثُم تلین جلودھُم وقلوبھُم الیٰ ذکر الله. کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک ہر باڈی سیل ذاکر ہو گیا اب اندازہ کرو کہ کتنے کھرب ہا کھرب سیل ایک وجود میں ہیں اور اگر ہر سیل ہر لمحے اللہ کہے تو ایک شخص کتنا ذکر کرتا ہے یہی قرآن کہتا ہے وذکر اللہ ذکراً کثیراً۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرو جب تک دل ذاکر نہ ہو وجود ذاکر نہ

ہو ہر باڈی سیل ذاکر نہ ہو ذکر کثیر نہیں ہوتا تو قرآن کریم نے بہت خوبصورت انداز میں اس بات کو ارشاد فرمایا ہے کہ

یہ جو شب و روز کا آنا جانا ہے' یہ جو روز چیزوں کا بننا' بگڑنا' بکھرنا ہے' فصلوں کا اُگنا سرسبز ہونا' پھر کٹنا بکھرنا' جانوروں کا پیدا ہونا' مرجانا' سورج کا طلوب وغروب موسموں کا تغیر و تبدل یہ جو کروڑوں صدیوں سے رب جانے کب سے ایک منظم پروگرام کے تحت چل رہا ہے جس میں آج تک کوئی غلطی کوئی توڑ پھوڑ کوئی خرابی نہیں ہوتی تو یہ کیا خود بخود چل رہا ہے یا اسے کوئی چلا رہا ہے۔ یہ جو بنا بنا کیسے؟ یہی سوال پچھلے دنوں احباب لائے کہ روس کے سائنسدان جس نے ایٹم پہ تحقیق کی اور ایٹم کے اندر اُس نے کوئی روشنی تاریکی یہ وہ دریافت کیا ہے اور اُسے نوبل پرائز بھی ملا ہے۔ وہ اسلام آباد آئے ہوئے تھے۔ تو اُن پر کسی نے سوال کیا کہ اس زندگی کے بعد کی زندگی کی کیا بات ہے؟ تو اُس نے کہا I dont know میں تو نہیں جانتا میں تو یہ جانتا ہوں جو سیل پہ میں نے تحقیق کی ہے یہ زندگی کیا ہے اور اس کے بعد کیا ہے یہ میرا موضوع نہیں ہے۔ میں تو نہیں جانتا لیکن خود اُس کے دل میں سوال پیدا ہو گیا کہ یہ ہے کیا تو احباب نے مجھے بھیجا وہ سوال تو میں نے عرض کی کہ جس ایٹم پہ اُس تحقیق کی یہ ایٹم کہاں سے آیا اُسے کہو کہ اس سوال کا جواب دے کہ کوئی ہے جس نے اس ایٹم کو بنایا اور اس کے اندر یہ ترتیب روشنی اور تاریکی اور گرمی اور سردی کی رکھی کوئی ہے اگر کوئی ہے جب اُس تک وہ پہنچ گیا تو اُس کے بعد آخرت کی زندگی کی بات کرے گا۔ چونکہ مسلمان کیلئے تو قرآن ہے اللہ کا حبیب ہے وہ دلائل ہیں معجزات ہیں جو غیر مسلم ہے اُس کیلئے تو کچھ بھی نہیں بیچارے کیلئے یعنی کافر ہونا اتنی نامرادی ہے کہ روز روشن میں چمگادڑ کی طرح اندھا ہے لیکن اُس کے پاس یہ دلیل کہ

ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف الیل والنہار لایت لا اولی الالباب ۔ یہ شب و روز یہ تغیر و تبدل یہ ہر لمحہ ہر آن پتہ نہیں کتنی تخلیق ہو رہی ہے اور ہر آن پتہ نہیں کتنی مٹ رہی ہے اُس سب میں ایک ایسی ترتیب ہے کہ باغ اجڑتا نہیں یعنی باغ اُسی طرح آباد ہے انسان آرہے ہیں انسان جا رہے ہیں۔ جانور آرہے ہیں۔ جانور جا رہے ہیں' پرندے آرہے ہیں ۔ پرندے جا رہے ہیں۔ بادل بن رہے ہیں۔ بادل فنا ہو رہے ہیں۔ دن آرہے ہیں دن جا رہے ہیں راتیں آرہی ہیں راتیں جا رہی ہیں موسم آرہے ہیں موسم جا رہے ہیں لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ بزم ساقی ویسی ہی آباد ہے جو دیکھتا ہے کہتا ہے دنیا ویسی ہی آباد ہے کوئی فرق نہیں پڑتا تو اس کا مطلب ہے کہ اس آنے جانے میں اس بننے مٹنے میں کوئی خاص ترتیب ہے ترتیب ہے تو ترتیب دینے والا بھی ہو گا ترتیب اگر قائم ہے تو اُسے قائم رکھنے والا بھی ہو گا تو اللہ نے فرمایا کہ جو صاحب لب ہیں لب عقل و خرد کو کہتے ہیں اور عقل کی دو قسمیں ہیں ایک عقل ہے جو ہر جاندار میں ہے۔ پرندے میں بھی ہے۔ جانور میں بھی ہے۔ انسان میں بھی ہے وہ عقل کیا ہے؟ اُسکی اپنی زندگی بسر کرنے کا شعور وادراک۔ یہ جو ننھی سی چیونٹی آپ دیکھتے ہیں یہ گندم کے دانے لاتی ہے تو انہیں کاٹ کر دو دو کر کے رکھتی ہے جب آپ کسی چیونٹیوں کی بل کھودیں تو اس میں جتنے دانے آپ کو ملیں گے وہ سارے دو دو ٹکڑے ہونگے۔ یہ کیوں؟ اتنی عقل اُس میں بھی ہے کہ دانہ کٹ جائے تو یہ پھوٹتا نہیں پھر جتنی نمی بھی ہو ویسا ہی رہتا ہے اور اگر سالم رکھا ہو تو وہ پھوٹ جاتا ہے۔ کھانے کے قابل نہیں رہتا ہے اور اگر سالم رکھا ہو تو وہ پھوٹ جاتا ہے کھانے کے قابل نہیں رہتا اور یہی چیونٹیاں جب دھنیا کا دانہ لیکر جاتی ہیں تو دھنیا کے دو ٹکڑے کیئے جائیں تو زیادہ پیدا ہوتا ہے تو اسے چار اور آٹھ ٹکڑوں میں کاٹ دیتی ہے یعنی اتنی عقل اُسمیں بھی ہے۔ اپنے انڈے دیتی ہے انہیں اٹھاتی

ہے، لاتی ہے، بارش ہوتی ہے دھوپ پہ رکھ رہی ہوتی ہے سوکھ جاتے ہیں اٹھا کر لیجاتی ہے یہ سارا اُس میں شہد کی مکھی میں اتنی عقل ہے کہاں سے رس لینا ہے۔ شہد کیسے بنانا ہے۔ جانور میں عقل ہے کہ اپنی جگہ کیسے بنانی ہے۔ بچے کیسے پالنے ہیں غذا کہاں سے لینی ہے اگر یہی عقل انسان کے پاس ہے تو اولئیکَ الانعام۔ یہ بھی جانوروں میں ایک جانور ہے کہ کھانا کیسے کھانا ہے۔ بچے پیدا ہو گئے انہیں پالنا ہے گھر بنانا ہے اور مر جانا ہے۔

کیا کہیں احباب کیا کارہائے نمایاں کر گئے
بی اے کیا نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

تو اگر یہی زندگی ہے تو قرآن کہتا ہے اولئیک کالانعام انہوں نے تو جانوروں کی زندگی بسر کی بل ھم اضل یہ اُن سے گئے گزرے ہیں کہ جانور کو تو رفطری طور پر عقل ہی اتنی دی گئی تھی یہ تو انسان ہو کر جانوروں کی زندگی بسر کر گیا' یہ اُس سے بھی بدتر ہے۔

اب جو اس سے اوپر اٹھتا ہے صرف کھانے پینے' لباس' مکان سے اوپر اٹھ کر جو یہ سوچتا ہے یہ سب کچھ کس نے بنایا۔ کہاں سے آ رہا ہے اسے کون چلا رہا ہے اُسے قرآن کہتا ہے کہ یہ صاحب لب ہے یعنی ضرورت کی عقل تو ہر جانور میں ہے۔ ایک قسم تو وہ عقل کی ہے جو ہر جاندار میں ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو صرف انسان میں ہے جسے اولی الالباب' صاحب لب صاحب خرد کہا گیا۔ لب وہ ہے کہ جو اس مادی زندگی سے اوپر اٹھ کر جو عقل یہ سوچتی ہے کہ یہ سب کچھ کیا ہے یہ کون بنا رہا ہے کہاں سے آ رہا ہے کہاں جا رہا ہے تو فرمایا جو صاحب لب ہیں وہ تو اس تخلیق کے مظاہرے اور آنے جانے کو دیکھ کر عظمت الٰہی کے عاقل ہو جاتے ہیں۔

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنھار لایتٍ لاولی الالباب۔ یہ شب وروز کے آنے جانے اور موسموں کے تغیر وتبدل میں صاحب لب جو ہیں اُن کیلئے بڑی نشانیاں ہیں۔ پھر جب انہیں عظمت الٰہی کا ادراک ہوتا ہے تو پھر اُس کے نام کو دہرانے لگ جاتے ہیں اُس کے نام کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں۔ الذین یذکرونَ اللّٰہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم. پھر زندگی کے ہر حال میں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ بیٹھے ہوں کھڑے ہوں لیٹے ہوں ہر حال میں وہ یاد الٰہی میں مست رہتے ہیں۔ میں جس بزرگ کی بات کر رہا تھا۔ بڑے زور سے انہوں نے اس میں لکھا کہ اللہ نے قرآن کو الذکر کہا ہے۔ ذکر قرآن ہے۔ درست الحمدللہ قرآن ذکر ہے۔ انہوں نے فرمایا اذانودی للصلوٰة من یوم الجمعته فاسعوا الی ذکر اللّٰہ. نماز ذکر ہے بالکل برحق نماز ذکر ہے۔ تیسرا ذکر انہوں نے لکھا کہ تسبیحات مسنونہ اذکار مسنونہ جو حضورؐ نے فرمایا ہے وہ ذکر ہے درست اس کے بعد کوئی ذکر نہیں۔ آپ اتنے سادے نہ بنو یہ ذکر کی ایک قسم ہے۔ جو عمل انسان زندگی بھر کرتا ہے بازار میں جا کر' کچہری میں جا کر' میدان میں جا کر' کاروبار میں جا کر سیاست میں جا کر' ریاست میں جا کر ہر وہ عمل جو شریعت کیمطابق ہے وہ عملی ذکر ہے۔ وہ بھی ذکر ہے۔ اُس میں اللہ کی یاد مضمر ہے۔ ایسا کیوں کرنا ہے یہ اللہ کا حکم ہے ایسا کیوں کرنا ہے یہ اللہ کے رسولؐ کا حکم ہے وہ عملی ذکر ہے اُسے حضرت نے چھوڑ دیا وہ بھی ذکر ہے یعنی ذکر کے مختلف مدارج ہیں جو بھی عمل شریعت کے مطابق کیا جاتا ہے۔ شریعت کے مطابق کسی کو قتل کرتا ہے جہاد میں تو وہ بھی ذکر ہے قتل ہو جاتا ہے تو وہ بھی ذکر ہے کاروبار کرتا ہے شریعت کے مطابق کیوں شریعت کے مطابق کرتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی یاد ساتھ ہے اللہ کا حکم اس طرح سے ہے اللہ کے نبی کا حکم وہ بھی ذکر ہے۔

کاروبار حیات جب اللہ کی یاد اُس میں ہے تو سارا کام بلکہ حضورؐ نے

فرمایا کہ مومن روزی کماتا ہے تو وہ بھی عبادت ہے۔ بچوں کو کھلاتا ہے تو وہ بھی عبادت ہے۔ صدقہ شمار ہوتی ہے عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ بچوں کا نان نفقہ تو اُس کے ذمے واجب تھا تو وہ عبادت ہے۔ فرمایا تو واجب کو پورا کرنا عبادت نہیں ہوتا یہی تو عبادت ہے کہ واجب کو پورا کرے تو اپنے بچوں کی جو تربیت کرتا ہے کھلاتا پلاتا ہے وہ بھی عبادت ہے۔ یہ بھی ذکر ہے۔

لیکن قرآن کا جو مطالبہ ہے وہ اس سے آگے ہے وہ کہتا ہے **اذاقضیت الصلوة فانتشروا فی الارض. واتبغو من فضل اللّٰہ واذکروا اللّٰہ کثیراً ٥** جب نماز مکمل ہوگئی یہ ذکر مکمل ہو گیا تو جاؤ کاروبار کرو اپنی روزی کماؤ لیکن اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو یہ کونسا ذکر ہے بھئی اب اسکی بھی کوئی توجیہہ ہونی چاہئے وہ اپنے دونبیوں کو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھیجتا ہے فرعون کے پاس کیسا کریم ہے کہتا **فقولا له' قولاً لیناً**۔ اُس سے بات بڑے مزے سے پیار سے کرنا بگڑا ہوا ہے' متکبر ہے' خدائی کا دعویدار ہے اور یہ نہ ہو کہ کل قیامت کو کہے کہ آپ کے نبیوں نے بات ہی ایسی کی کہ مجھے غصہ آ گیا اور میں نے بات سنی نہیں آپ بات پیار سے کرنا وہ کل عذر نہ کر سکے اور شاید پیار کی بات اگر مان جائے تو ٹھیک ہے اُسکی توبہ قبول کر لیں گے کل اُس کے پاس یہ عذر تو نہ ہو نہ مانے تو یہ عذر تو نہ ہو مجھے کہا ہی ایسے گیا۔ **فقولا له' قولاً لیناً** بات مزے سے کرنا اور ایک بات کا خیال رکھنا۔ **ولا تنیافی ذکری.** اب یہ کونسا ذکر آ گیا۔ نبی کا وجود ذاکر ہوتا ہے نبی کی نگاہ ذاکر گر ہوتی ہے پتھر پہ پڑتی ہے تو ذاکر ہو جاتا ہے۔ درخت پہ پڑتی ہے تو ذاکر ہو جاتا ہے۔ وجود پہ پڑتی ہے انسان پہ پڑتی ہے۔ مومن پہ پڑتی ہے ذاکر ہو جاتا ہے۔ نبی جو جوتا استعمال فرماتا ہے اُس جوتے کا ہر جُز ذکر الٰہی کرتا ہے جو لباس استعمال فرماتا ہے ذاکر ہو جاتا ہے۔ جس سواری پہ بیٹھتا ہے اُس کا ایک ایک ذرہ ذاکر ہو جاتا ہے۔ دوسرا کوئی جانور اُس کے مقابلے کا نہیں رہتا۔ جس زمین پہ قدم مبارک رکھتا ہے وہ قطعہ زمین ذاکر ہو جاتی ہے اس کے باوجود پھر تاکید ہو رہی ہے **ولا تنیا فی ذکری**۔ دونوں بھائی میرے ذکر کو ثانوی حیثیت نہ دینا یہ نہ ہو کہ فرعون کے دربار میں جائیں بات میری ہی پہنچا رہے ہیں لیکن زیادہ توجہ اولیت فرعون کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور ثانوی ذکر ہو نہیں اولیت میرے ذکر کو رہے گی ثانوی درجے میں بات فرعون سے ہوگی۔ مولانا! یہ کونسا ذکر ہے؟ یہ تصوف ہے کہ اولیت ذکر الٰہی کو ہوگی باقی سارے کام ثانوی درجے میں چلے جائیں۔

جہاد ہو رہا ہے جنگ ہو رہی ہے عملاً ذکر ہے۔ جہاد ذکر ہے سرتن سے جدا ہو رہے ہیں آگ برس رہی ہے۔ آتش و آہن برس رہا ہے۔ جہاز بمبارٹمنٹ کر رہے ہیں۔ توپیں آگ اُگل رہی ہیں سب کچھ ہو رہا ہے فرمایا۔

فاثبتوا جم کر لڑو **فاثبتوا واذکر اللّٰہ کثیراً**۔ اب یہ ذکر کہاں سے آ گیا۔ جنگ ذکر نہیں تھی۔ جہاد ذکر نہیں تھا جان دینا ذکر نہیں تھا کہ پھر حکم ہو رہا ہے جنگ کر رہے ہو جم کر لڑو و ذکر اللہ کثیراً کثرت سے ذکر الٰہی کرتے رہو۔ اس کا مطلب ہے کہ عمل کے علاوہ نماز کے علاوہ بھی کوئی ذکر ہے جہاد کے علاوہ بھی کوئی ذکر ہے تبلیغ کے علاوہ بھی کوئی ذکر ہے۔ تلاوت کے علاوہ بھی کوئی ذکر ہے۔ کوئی ذکر اور بھی ہے وہ ذکر کیا ہے۔ وہی تصوف ہے **ویز کیھم** کہ ہر باڈی سیل ذاکر ہو جائے۔

حضورؐ کے بعد صحابہ کرامؓ کے پاس اک نشست میں اک نگاہ میں ہو جاتا تھا بندہ ذاکر ہو جاتا تھا تابعی بن جاتا تھا۔ تابعین کے ساتھ محفل میں وہی کام ہوا اک نشست میں تبع تابعی بن گیا اب فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ دیکھیں پہلے سورج کے سامنے۔ دوسرے چاند کے سامنے۔

اب تیسرے ستاروں کے سامنے آرہے ہیں۔ سورج کے سامنے تو آپ ایک پلیٹ۔ ایک پرات لیکر ایک لوہے کی بالٹی لیکر سامنے جاتے ہیں تو وہ چمکنے لگتی ہے۔ سورج کے سامنے ہے ناں جب چاند کی روشنی ہوتی ہے تو لوہا نہیں چمکتا تھوڑی سی چمکدار یا صاف چیز آپ لائیں گے تو چمکے گی اور جب چمک ستارے سے لیتے ہو تو پھر آپ کو شیشہ بھی ہو تو اُسے بھی صاف کر کے لانا پڑے گا کہ اُس میں ستارے کی چمک آئے۔

نبی کریم ﷺ کا عہد سورج کی طرح بانٹ رہا تھا صحابہ کرامؓ کا عہد چاند کی طرح بانٹ رہا تھا۔ ولی اللہ کا عہد ستاروں کی طرح بانٹتا ہے یہاں تھوڑی سی صفائی محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ ذکر کا وہاں جو گیا اک نگاہ سے ذاکر ہو گیا۔ یہاں جو ذکر کرتا ہے وہ شیخ کے قلب سے انوارات پاتا ہے یہی تصوف ہے اُس ذکر سے کیا ہوتا ہے؟ ذکر سے یہ ہوتا ہے کہ وہ امریکہ کا ایجنٹ نہیں بنتا اللہ کے رسول کا ایجنٹ بنتا ہے۔ ذکر سے یہ ہوتا ہے کہ کوئی اسے خرید نہیں سکتا۔ وہ بکتا ہے تو اللہ کی بارگاہ میں بکتا ہے۔ وہ بکتا ہے تو اک نگاہ پہ بکتا ہے دولت دنیا پہ نہیں بکتا۔ ذکر سے یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی کا مال نہیں چھینتا محنت سے کماتا ہے اور دوسروں کو کھلاتا ہے ذکر سے یہ ہوتا ہے کہ وہ ظلم نہیں کرتا عدل کرتا ہے اور عدل کا صرف طالب نہیں ہوتا۔ عدل کو زندہ کرنے کیلئے زندگیاں لگا دیتا ہے۔ محنت کرتا ہے۔

اللہ کا بندہ بن جاتا ہے نبی کا فرمانبردار بن جاتا ہے اور اُسکی پوری کوشش ہزار انسانی کوتاہیوں کے باوجود پورے خلوص سے اُسکی پوری کوشش ہوتی ہے کہ دامن رسالت مجھ سے نہ چھوٹے خطائیں اُس سے بھی ہوتی ہیں گناہ اُس سے بھی ہوتے ہیں لیکن ہر گناہ اُسے ایسے لگتا ہے جیسے کسی نے اُسے برچھی چبھو دی ہو گناہ مزہ نہیں دیتا دکھ دیتا ہے تو بہ کرتا ہے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے یہ تصوف ہے۔

اب جناب حضرت نے تو بڑا مضمون باندھا کہ جی دنیا میں ظلم ہو رہا ہے اور یہ جو صوفی ہوتے ہیں یہ اکیلے جنگلوں میں نکل جاتے ہیں اور اپنے آپ کو مانجتے رہتے ہیں یہ کونسا دین ہے؟ کس نے کہا صوفی جنگلوں میں نکل جاتے ہیں

''سخن شناس نہیں دل بر آخطا اینجا است''

بات یہ ہے حضرت کہ آپ کو اس بات کی سمجھ ہی نہیں۔ آپ نے نہ تصوف کو پڑھا نہ صوفیاء کو پڑھا نہ متقدمین علماء کو پڑھا خدا کیلئے کم از کم اگر دور نہیں تو یہاں اپنے ملک میں شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ کو ہی پڑھ لیتے۔ لاہور میں رہتے ہو تو مولانا احمد علی رحمتہ اللہ علیہ کو ہی پڑھ لیتے۔ کسی بزرگ کو پڑھتے تو سہی اس موضوع کو پڑھتے تو سہی اس پہ لاکھوں کتابیں جو ہیں تصوف کو پڑھتے تو سہی پتہ تو چلتا کہ یہ اتنے کاغذ کیوں سیاہ کئے گئے یہ کس نے کیوں لکھے۔ ان میں ہے کیا لیکن افسوس یہ ہے کہ ایک آدمی جسے کوئی کام آتا نہیں جب اُس پہ وہ بحث کرتا ہے تو اسی طرح کی کرتا ہے آپ نے سیکھا نہ سمجھا۔ نہ کسی بزرگ کے پاس بیٹھے نہ گئے تو پھر تنقید بھی کیسے ہو گی!

میرے بھائی! روز اول سے لیکر آج تک امت کا ہر سر برآوردہ شخص صوفی ہے اور آپ کہتے ہیں یہ جہالت ہے صوفی جنگلوں میں نہیں جاتے۔ صوفی اللہ کی کائنات کو آباد رکھنے کا سبب بنتے ہیں جتنا کام صوفی اور ذاکر کرتا ہے غیر ذاکر اتنا کام کر نہیں سکتا۔ استعداد کار بڑھ جاتی ہے الحمدللہ میں نے پچیس برس تصوف سیکھا ہے اور پچیس برس مجھے سکھاتے ہوئے ہو گئے پچاس برسوں میں میں نہیں سمجھتا کہ کسی دیہاتی کاشتکار نے میرے ساتھ مقابلے میں کاشتکاری کر لی ہو۔ آج بھی میرے جتنی محنت عام آدمی نہیں کر سکتا۔ میں نے انیس سو سنتالیس میں گاڑی چلانا سیکھی اور آج دو ہزار سات میں اپنی گاڑی آپ چلا رہا ہوں دنیا کے مشکل ترین راستوں سے گزرا ہوں۔ میں

آج بھی اپنے ٹریکٹر چلاتا ہوں۔ آج بھی اپنے کھلیان پہ ہاتھوں سے فصل صاف کرتا ہوں اس سال کی بھی کر رہا ہوں میں آج بھی ٹیلی ویژن سے لیکر اخبارات تک اپنے بیانات دیتا ہوں لکھتا ہوں۔ میری تصنیفات بیشمار ہیں اور آجتک الحمدللہ کسی تقریر، کسی تحریر، کسی کتاب پر ایک پیسہ نہیں لیا کوئی رائلٹی نہیں ہے کوئی میرا اُس پہ حق نہیں ہے یہ سب کام اللہ کی راہ میں ہے اللہ کیلئے ہے اور میری کسی کتاب پہ کوئی پابندی نہیں ہے یہ پابندی ہے کہ اُس میں ردوبدل نہ کرے جس کا جی چاہے آگے چھاپے پیچھے کوئی پابندی نہیں ہے۔ میری کسی کیسٹ کی مجھے رائلٹی کا کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ میری کسی تقریر کا کوئی معاوضہ نہیں ہے میری کسی کیسٹ کا کوئی معاوضہ نہیں ہے یہ ما اجری الا علی اللہ میرا سارا معاوضہ میرے رب کے پاس ہے یہ تصوف ہے۔ کہ محنت انسانیت کیلئے اللہ کی مخلوق کیلئے کرے۔ اور اجر کی امید اُس پر رکھے ہم امریکہ سے نہیں اللہ سے لیتے ہیں۔

آپ کہتے ہو صوفی بیکار لوگ ہوتے ہیں ایک دن میرے ساتھ گزار کر دیکھ لو جو کام میں کروں میرے ساتھ ایک دن کر کے دیکھو میں مانوں گا کہ آپ میں استعداد کار ہے جن لوگوں کی چھتری کسی اور نے اٹھا رکھی ہوتی ہے اور استنجا کرنے کا لوٹا ایک اور نے اور دوڈھیلے کسی اور نے پانچ بندے جن لوگوں کو بیت الخلاء تک لیکر پہنچاتے ہیں وہ کہتے ہیں صوفی کام نہیں کر سکتا۔ تصوف ہے یہی کہ فرد کی استعداد کار بڑھ جاتی ہے جہاں جہاں سرکاری اداروں میں یا پرائیویٹ اداروں میں ہمارے ساتھی ذاکرین ہیں باوجود اس کے کہ حکومتیں ہم سے ناراض رہتی ہیں اس لئے کہ ہم خوشامد نہیں کرتے اور حکومت کا ہم کچھ نہیں بگاڑتے ہم حکومتوں سے پیسے نہیں لیتے۔ قرض نہیں لیتے خوشامد نہیں کرتے۔ کوئی بھی حکمران جب ٹھیک کرتا ہے ہم کہتے ہیں اس نے ٹھیک کیا جہاں غلطی کرتا ہے ہم کہتے ہیں غلطی کی ہے ناراض ہیں اس کے باوجود جتنے اہم کام ہوتے ہیں اُن اداروں میں جتنے ہمارے ذاکر ساتھی ہیں انہیں دیئے جاتے ہیں ہم پہ اعتبار بھی نہیں کرتے۔ ہمارے بغیر گزارہ بھی نہیں ہوتا یہ تصوف ہے آپ کو کس نے کہا صوفی جنگلوں میں چلے جاتے ہیں۔

ہاں جن اکابر کو جنگلوں میں جانا پڑا وہ تصوف کی وجہ سے نہیں گئے جب اُن کے نزدیک مخلوق جمع ہوئی تو حکمرانوں نے اپنے لئے خطرہ سمجھ کر انہیں شہر بدر کر دیا لوگوں کو ملنے سے منع کر دیا انہوں نے جنگلوں کی تنہائی میں ایک طرح سے قید کر دیا وہ خوشی سے نہیں گئے صوفی ہمیشہ میدان عمل میں رہتا ہے اور صوفی میں استعداد کار غیر صوفی کی نسبت زیادہ ہوتی ہے اور تصوف یہ ہے کہ تعلیمات نبوت کے ساتھ برکات نبوت کو بھی قلب اطہر سے دل میں سمویا جائے اب بھلا ایک آدمی تک صرف حضورﷺ کی بات پہنچی وہ بھی نور ہے لیکن بات کے ساتھ قلب اطہر کی برکات بھی پہنچی تو یہ نورٌ علی نور ہوگا۔

تو غیر صوفی کسی شعبہ حیات میں صوفی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ صوفی کی کردار سازی نہیں کرنا پڑتی یہاں جتنے چہرے سنت رسولﷺ سے مزین ہیں انکو کسی کو اس ادارے میں کسی نے نہیں کہا کہ داڑھی چھوڑ دو آج بھی جو بغیر داڑھی کے ہیں انہیں کوئی یہاں روک ٹوک نہیں ہے۔ کوئی منع نہیں کرتا۔ رب کا نام اور نبی کی برکات جب اندر جاتی ہیں تو ان کا اپنا دل کرتا ہے کہ ہم ویسا حلیہ بنائیں جیسا محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ یہاں کوئی فیشنی داڑھیاں نہیں رکھواتا یہاں کوئی جبراً داڑھیاں نہیں رکھواتا۔ یہاں کوئی روک ٹوک نہیں۔ اگر کسی نے داڑھی نہیں رکھی تو ہمارے نزدیک شائد وہ ہم سے بہتر مسلمان ہو اُس کے دل میں ہم سے زیادہ درد ہو کسی کو آپ کو یہ جتنے چہرے نظر آرہے ہیں ان میں سے کوئی ایک ثابت کر دے کہ اُسے کسی نے ادارے سے یا ادارے کی طرف سے یا جماعت سے کسی نے کہا ہے داڑھی رکھو قطعاً نہیں۔

ہم تو صرف ایک بات کہتے ہیں کہ اللہ کو مانا ہے تو اُس یقین کو دل میں اتارنے کیلئے وہ برکات حاصل کرو جو قلب اطہر نبوت سے آ رہی ہیں جب وہ دل میں جاتی ہیں تو بندہ خود فیصلے کرتا رہتا ہے اور اپنا آپ بدلتا رہتا ہے اور خود اُس کو اُس رنگ میں رنگتا چلا جاتا ہے یہاں تو ہم نے کبھی نہیں تنقید کی۔ یہاں کسی فرقے کا کوئی بندہ آتا ہے اپنی نماز پڑھتا ہے ہم نہیں پوچھتے شیعہ آتے ہیں، سنی آتے ہیں، بریلوی آتے ہیں، دیوبندی آتے ہیں، اہل حدیث آتے ہیں، مقلد آتے ہیں، غیر مقلد کبھی کسی نے پوچھا ٹوکا ہے۔ کسی جماعت میں لینے سے کسی نے انکار کیا کہ تم دیوبندی ہو، تم بریلوی ہو، تم فلاں ہو، نہیں، ہمارے نزدیک اللہ کے سب بندے ہیں سب مسلمان ہیں اور سب کا حق ہے اللہ کے دین پر اور ہماری ذمہ داری ہے کہ جو آئے اُسے اللہ اللہ سکھائیں۔

پھر بدلتا ہے تو برکات نبوت سے بدلتا ہے۔ بدلتا ہے تو نور باری سے بدلتا ہے۔ بدلتا ہے تو اُس کے دل میں جو آتی ہے برکات اُن سے بدلتا ہے۔ یہ جو اُسے بدل دیتی ہیں چیزیں اس کا نام تصوف ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ لذت این مے باخدا نہ شناسی تانہ چشی، یہ وہ جانے جنہوں نے زندگی ان تجربوں میں لگا دی ہے جنہوں نے حاصل کیا ہے اور میں تنقید نگار کو بھی دعوت دیتا ہوں کہ ہمارے پاس نہ آ ؤ یار کبھی اللہ اللہ کرنا شروع کر دو کبھی چند لمحے زندگی کے قلب کے ساتھ دل کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں کوئی آدھا گھنٹہ پندرہ منٹ نکال کر روزانہ ذکر کرنا شروع کر دو اگر ذکر نے آپکو بھی نہ بدل دیا تو مجھے کہنا تم غلط کہتے ہو۔ محض تنقید کرنا تو یاد رکھیں تنقید علم نہیں ہوتی۔ علم ہوتا ہے تعبیر بتانا، سمجھانا، تفصیل، تفسیر تنقید جس کا جی چاہے وہ بیٹھ کر کرنا شروع کر دے۔ سوال علم نہیں ہوتا سوال جہالت ہوتا ہے جواب علم ہوتا ہے سوال ہمیشہ جہالت ہوتا ہے تنقید ایک قسم کا سوال ہے جو لوگ نہیں جانتے کم از کم انہیں یہ احتیاط ضرور کرنی چاہئے کہ جس موضوع کو جانتے نہیں اُس پر زور بیان صرف نہ کیا کریں اُن باتوں پہ اپنا زور لگائیں جن کو وہ جانتے ہیں جن کو پڑھا ہے جن کو سیکھا ہے جو کام سمجھا ہے وہ کام ضرور کریں۔ جس کو نہیں جانتے حق یہ ہے کہ اُس شعبے کے کسی جاننے والے سے جاننا چاہیں اُس شعبے کی کتابوں کا مطالعہ کریں اُن لوگوں کو پڑھیں اور اُس کے بعد کوئی رائے قائم کریں اور مزہ جب ہے کہ اُسے سیکھیں، برتیں پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ تو میرے بھائی تصوف کیا ہے؟ صاحب کشف وکرامت ہونا تصوف نہیں ہے۔ کشف وکرامت صوفیا لکھتے ہیں کہ یہ وہ کھلونے ہیں تصوف کے اور طریقت کے بچوں کو کشف سے بہلایا جاتا ہے یہ کھلونا ہے جو بندے غیر مستقل مزاج ہوتے ہیں انہیں جلدی مشاہدات ہو جاتے ہیں اللہ ایک کھلونا دیدیتا ہے کہ اس کے طفیل یہ کھڑا رہے یہ جتنا مستقل مزاج ہوتا ہے اُسے اتنا کم کشف ہوتا ہے۔ ترقی درجات محض مراقبات میں نہیں ہے مراقبات تو ایک نگاہ میں بھی ہو جاتے ہیں ترقی درجات کا مطلب یہ ہے کہ اعمال میں برکات نبوت آتی جائے کام جو ہم کرتے ہیں اس میں سنت کا رنگ آتا جائے۔ میدان عمل میں اتباع نبی کریمؐ نصیب ہوتا چلا جائے ہر شخص اپنا امتحان لے میں آپ سے بھی عرض کر رہا ہوں اپنا امتحان اس طرح لیں کہ ذکر کے بعد شیخ کی صحبت کے بعد توجہ کے بعد کل میرا حال کیا تھا۔ آج کیا ہے کل میری سوچ کیا تھی آج کتنی مثبت ہوگئی ہے کل مجھ میں کیا کمزوری تھی آج کتنی رفع ہوئی یہی تصوف ہے یہی منازل ہیں یہی مراقبات ہیں جتنا کوئی اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کا عملی زندگی میں کرے گا اتنا بڑا صوفی ہے درجات کا کیا ہے اُس کے کرم کی بات ہے میدان حشر میں درجات بڑھاتا چلا جائے تو اُسے کون روک لے گا قبر میں، برزخ میں درجات بڑھا دے تو اُسے کون روک

لے گا ہم نے اپنی اس زندگی میں زندہ لوگوں کو محفل سے محروم اٹھتے دیکھا ہے اور قبروں میں پڑے ہوئے لوگوں کو مراقبات کرتے دیکھا ہے میں پھر دہرا دوں' زندہ مکلف لوگوں کو محفل میں بیٹھ کر برسوں لگانے کے بعد محروم ہو کر اٹھتے دیکھا ہے اور ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو صدیوں پہلے دفن ہو گئے اور صاحب حال حضرات وہاں سے گزرے تو چلو یار اسے بھی فنافی الرسول کرا دو یہ بھی دیکھا ہے اور فنا فی الرسول سے مراد یہ ہے کہ ہماری سوچ ہمارا کردار اتباع رسالتؐ میں ڈھل جائے یہ ہے اثر تصوف کا اور یہ تصوف ہے جس پر تنقید کی جا رہی ہے جسے کہا جا رہا ہے کہ اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ جس دن اس کا وجود نہیں ہو گا اُس دن قیامت آ جائے گی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ حضورؐ قیامت کب آئے گی آپ ﷺ نے فرمایا حتی **لا یقال اللہ اللہ** جب کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہیں رہے گا قیامت آ جائے گی ارے یہ چمن کی بہار تو صوفیوں کے دم سے ہے یہ راتوں کو خراٹے لینے والوں کے دم سے نہیں ہے یہ اچھے کھانے کھا کر راتوں کو کروٹیں بدلنے والے اور تڑپنے والوں کے دم سے نہیں ہے یہ اُن فاقہ کشوں کے دم سے ہے جو اگر امیر ہیں تو بھی اللہ کی بارگاہ میں فقیر ہیں اور جو آپ کی نگاہ میں سو رہے ہوتے ہیں لیکن اللہ کی بارگاہ میں جاگ رہے ہوتے ہیں۔ آپ کی نظر میں سو رہے ہوتے ہیں لیکن اللہ کے حضور جاگ رہے ہوتے ہیں جن کے پہلو۔ رات نرم تکیوں اور نرم گدوں سے نا آشنا رہتے ہیں جو نیکی کرتے ہیں اور روتے ہیں اور معافی مانگتے ہیں جو مخلوق کا بھلا چاہتے ہیں اور لوگ انہیں ایذا دیتے ہیں وہ اُن کو دعا دیتے ہیں۔

یہ دنیا' یہ رونق' یہ چمن اُن لوگوں کے دم سے قائم ہے اور جو تردید کرتے ہیں میری انہیں دعوت ہے کہ کم از کم ہمیں چھوڑ و یار ہم کچھ نہیں آپ کے عہد کے لوگ ہیں اور ہم عصر جو ہیں انکی مصیبت ہوتی ہے کہ اپنے عہد کے لوگوں کی بات کم سنا کرتے ہیں جب مر جائے مٹی کا ڈھیر بن جائے تو پھر بھاگتے ہیں اور پھر بڑی لمبی لمبی تحریریں لکھتے ہیں کہ اس شخص نے یہ بھی کیا یہ بھی کیا۔ کیا فائدہ ہوتا ہے اس میں پھر قائل ہونے کا کیا فائدہ لیکن یہ انتظار کرتے ہیں کہ بندہ زیر زمین دفن ہو جائے پھر اس پر لمبے لمبے مضمون لکھیں۔ پھر بات مانیں گے۔

میرے بھائی! ہمیں چھوڑ دو لیکن جو لوگ اللہ کی بارگاہ میں پہنچ چکے ہیں اور اپنی تصنیفات اس موضوع پہ چھوڑ گئے ہیں تفسیر مظہری کو ہی پڑھ لو یار' مفسرین کو تو پڑھو ابن کثیر کو پڑھ لو۔ تفسیر کبیر کو پڑھ لو۔ کسی کو تو پڑھو۔ محدثین کو پڑھو فقہا کو پڑھو۔ انکی زندگیاں پڑھو' اُن کا طرز عمل پڑھو تو آپ کو ملے گا کہ وہ تو ہر لحہ اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ پھر آپکو تصوف کی ذکر کی اہمیت کی سمجھ آئے گی تصوف یہ ہے کہ برکات نبوت دل میں در آئیں۔ تعلیمات نبوت پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں ہو اور اس دار عمل میں بندہ اللہ کا بندہ بن کر جئے اور اللہ کا بندہ بن کر دنیا سے رخصت ہو اور اللہ کے دین کی خدمت ہی نہ کرے بلکہ اُسے روشن مینار بنا کر روشنیاں بانٹتا رہے۔ آیت کریمہ کا ترجمہ آدھا رہ گیا کم از کم جو آیت پڑھی تھی اُس کا ترجمہ مکمل کرتے جائیں تصوف یہ ہے کہ صاحب لب پا لیتے ہیں کہ کوئی ہستی ہے جو یہ نظام چلا رہی ہے وہ پا لیتے ہیں کہ مالک ہے کوئی خالق ہے کوئی قادر ہے جو چلا رہا ہے اور پھر وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں ذکر کی برکت یہ ہوتی ہے کہ

یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم. ویتفکرون فی خلق السموٰت والارض. پھر اُس ذکر سے تفکر پیدا ہوتا ہے ۔آدمی بھلائی اور برائی میں سوچتا ہے کس کام کا نتیجہ کیا ہو گا۔

عظمت الٰہی کے مقابلے میں اطاعت ہی بہترین راستہ ہے تفکر پیدا ہوتا ہے اس تفکر سے انہیں عظمت الٰہی سمجھ آتی ہے پھر کہتے ہیں کہ

ربنا ماخلقت هذا باطلاً ۔ یہ جو تفکر ہے یہ بات سمجھا تا ہے کہ جس خالق نے یہ کارگہ حیات بنائی ہے یہ فضول نہیں بنائی اس کا نتیجہ یقیناً نکلے گا نیکی کو نیکی کا اجر ملے گا۔ برائی کو بُرائی کی سزا ملے گی ماخلقت هذا باطلا. یعنی تفکر کرتا ہے پھر اللہ کی عظمت کا قائل ہوتا ہے عظمت بیان کرتا ہے ماخلقت هذا باطلا سبحنک. اللہ کی تعریف کرتا ہے اُس کے بعد پھر اپنے لئے کچھ چاہتا ہے۔ فقنا عذاب النار. مجھے اپنی ناراضگی سے بچالے کائنات میں اللہ کی عظمت کے دلائل دیکھتا ہے۔ عظمت باری کا قائل ہوتا ہے پھر ذکر کرتا ہے ذکر سے تفکر پیدا ہوتا ہے تفکر سے اللہ کی تسبیح نصیب ہوتی ہے اور تسبیح کے بعد اپنے لئے خیر کا طالب ہوتا ہے یہ ترتیب ہے۔

اب اس میں سے آپ ذکر نکال دیں تو یہ اگلے سارے کام گئے۔ باقی ڈھانچہ رہ جاتا ہے نام کا مسلمان اور کام کا پتہ نہیں کیا ہوتا ہے رسومات ہندوؤں کی اپنا لیتا ہے شکل یہودیوں کی بنا لیتا ہے لباس عیسائیوں کا پہن لیتا ہے کوئی پتہ نہیں کیا بن جاتا ہے بندہ نام کا مسلمان رہتا ہے لیکن اُس کا ہر پہلو اُدھارا ہوتا ہے کوئی چیز کہیں سے مانگی ہوئی۔ کوئی رسم کہیں سے مانگی ہوئی کوئی کہیں سے مانگی ذکر کی یہ برکت ہوتی ہے تصوف کی یہ برکت ہوتی ہے کہ ظاہر و باطن کو حضورؐ کی سنت کے تابع کر دیتا ہے۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

☆☆☆

امیر المکرّم کے بیانات ''ٹی وی چینل'' پر

الحمدللہ امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالیٰ کے پنجابی کے تفسیر قرآن کے بیانات ''اپنا'' ٹی وی چینل (پنجابی) پر باقاعدگی کے ساتھ ٹیلی کاسٹ ہونا شروع ہو گئے ہیں بیانات شام پانچ بجے کے خبرنامے کے بعد اور صبح 5:15 روزانہ (علاوہ ہفتہ' اتوار) نشر ہو رہے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے گزارش ہے کہ بیانات باقاعدگی کے ساتھ سنیں اور دیگر دوست احباب کو بھی مطلع کریں۔

رحمت اللہ ملک '6 مزنگ روڈ' لاہور' فون نمبر 042-7310974' موبائل 0333-4363022

E-mail- rahmat@rahmat.com

زندگی کا مقصد تعمیر آخرت ہے

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 03-12-2006

الحمدللّٰہ رب العٰلمین٥

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّالہٖ

واصحابہٖ اجمعین٥

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم٥

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم٥

وماخلقتُ الجن والانس الا لیعبدُون٥

اللھم سبحنک لا علملنا الا ما علمتنا اِنک

انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُروا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور عبادت کا مفہوم جو مفسرین کرام نے نقل فرمایا ہے وہ ہے معرفت الٰہی۔ عبادت کی روح معرفت الٰہی ہے عبادت کا مفہوم اور روح یہ ہے کہ اللہ کی عظمت کو جان کر اُس بندے کا دل تسلیم کرے کہ یہ میرا مالک اس لائق ہے کہ میں اس کی مکمل اطاعت کروں وہ خلوص دل سے یہ طے کرے۔ اللہ کی ذات اُس کی صفات کو جانتے ہوئے سمجھتے ہوئے یہ فیصلہ لے کر یہ ہستی ایسی ہے۔ یہ میرا مالک اس بات کا مستحق ہے۔ اس کی شان اس کا تقاضا کرتی ہے کہ میں اس کے سامنے سر تسلیم خم کردوں تو زندگی کا ہر شعبہ ہر کام عبادت بن جاتا ہے۔ یہاں جنوں کو بھی ساتھ شامل فرمایا ''احکام المرجان فی احکام جان''۔ جنات پر ایک بہت معلومات افزا کتاب ہے جسمیں قرآن وحدیث کے حوالے دے کر جنوں کا وجود اُن کی تخلیق اُن کا رہن سہن اُن کا کھانا پینا اُن کی مناکحت اُن کا توالد وتناسل اور اُن کا حساب کتاب اُس سب پہ بحث کی گئی ہے وہ ہے ہی ساری جنات کے بارے میں کہ اُن کی تخلیق کس طرح سے ہے پھر وہ زندگی کس طرح گزارتے ہیں، کھاتے پیتے کیا ہیں، کاروبار کیسے کرتے ہیں، رہتے کہاں ہیں، جینا مرنا کیسا ہے، عمریں اُن کی کتنی ہوتی ہیں کیا ہوتا ہے۔ تو اُس میں انہوں نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے جب مخلوق پیدا فرمائی یہ جو مکلّف مخلوق ہے جس میں چار قسم کی مخلوق ہے۔ فرشتے جو سراسر نوری ہیں اور کبھی نافرمانی نہیں کرتے۔ شیاطین جو قطعی دوزخی ہیں اور کبھی نیکی نہیں کرتے اور جن اور انسان یہ چار مکلّف مخلوق ہیں۔ تو اُسمیں حضور اکرم ﷺ کا جو ارشاد انہوں نے نقل کیا ہے اُس کا مفہوم یہ ہے کہ جب اللہ نے مخلوق پیدا فرمائی تو اُس ساری مخلوق کا نو حصے ملائکہ بنے اور دسواں حصہ باقی مخلوق تھی۔ اُن دس حصوں کے پھر اللہ کریم نے دس حصے فرمائے۔ جن میں نو حصے شیاطین تھے اور دسواں حصہ جن اور انسان تھے اُس کے پھر دس حصے فرمائے۔ دسواں حصہ انسان ہیں اور نو حصے جنات ہیں تو یہ اتنی ایک وسیع مخلوق ہے لیکن جنوں اور انسانوں میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ قرآن کریم نے کہیں بھی جنات کے جنت میں داخلے کی اور ہمیشہ رہنے کی خبر نہیں سنائی۔ بلکہ جہاں سورۃ جن میں جنوں کو ایمان اور اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو وہاں یہ ارشاد ہے یجرکم من عذاب الیم. کہ اللہ کے عذاب سے بچ جاؤ گے تو علماء کرام نے اس کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ جس طرح جانور یا دوسری مخلوق جو ہے غیر مکلّف، میدان حشر میں سب حاضر ہوں گے اور حساب کتاب کے بعد سب کو حکم دے دیا

جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ تو اس طرح جنات جو عذاب سے بچ جائیں گے اللہ کریم انہیں بھی فرمائیں گے کہ تم واپس تو جس وقت کافر کہے گا۔

یلیتنی کُنت تُرابا ٥ کاش مجھے آج اللہ مٹی ہی بنا دیتا ان کے ساتھ خاک میں ملا دیتا میں باقی نہ رہتا اور یہ صرف انسان ہے جسے ہمیشہ باقی رہنا ہے کہ عالم امر کی روح اس میں ہے اور انسان ایسی مخلوق ہے کہ جسے حقیقی معرفت الٰہی کی استعداد دی گئی۔ جن مکلّف ہیں جنوں میں کوئی نبی نہیں ہوا اور جن یہ کیفیات ولایت جو ہیں برکات نبوت ان کی برداشت نہیں کر سکتے اگر یہی توجہ جو احدیت معیت اقربیت پہ یا لطائف پہ انسان کی تربیت کرتی ہے یہ جن پہ القا کی جائے تو وہ خاک ہو جاتا ہے جل جاتا ہے برداشت نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس طرح کے صاحب حال لوگ جہاں مدفون ہیں وہاں سے بھی یہ میلوں دور سے گزرتے ہیں چونکہ ان میں وہ تجلیات برداشت کرنے کی استعداد نہیں ہے یہ استعداد صرف انسان کو دی گئی۔ جس میں نبوت اللہ نے رکھی اور آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضور نبی کریم ﷺ تک سارے نبی انسانوں میں آئے۔ ہاں جنوں میں کچھ لوگوں کو اللہ کی طرف سے مامور کر دیا جاتا تھا کہ وہ لوگوں کو سمجھائیں تو انہیں اللہ کا پیغام پہنچانے والا یا رسول کہہ دیا جاتا ہے رسول بمعنی نبی اور رسول جو اصطلاح شریعت میں ہے وہ صرف انسانوں میں سے آئے اور یہ استعداد۔ اگر جنوں میں کوئی نبی ہوتا تو اُن میں بھی یہ انوارات وتجلیات برداشت کرنے کی قوت ضرور ہوتی لیکن اُن میں نہیں ہے۔

پھر اُن کی عمریں بڑی طویل ہیں ایک اور حدیث جو نقل کی گئی۔ روایت جو سیرت سے نقل کی گئی وہ یہ ہے کہ ایک جن حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ضعیف العمر تھا، کُبڑا ہو چکا تھا تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہو گی نام کیا ہے تمہارا کون ہو تم تو اُس نے عرض کیا جی میرا نام حیم ہے میرے باپ کا نام حام تھا اور دادا کا نام لاقیس تھا اور وہ ابلیس کا بیٹا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے اور ابلیس کے درمیان صرف دو باپ ہیں تو اُس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے دوسرے کا قتل کیا تھا تو میں اُس وقت چھوٹا سا لڑکا تھا مجھے واقعہ یاد ہے میں کھیلتا پھرتا ہوتا تھا اور پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہا اللہ نے مجھے نور ایمان بخشا۔ موسیٰ علیہ السلام نے مجھے تورات کی تعلیم دی اور مجھے فرمایا کہ اگر حضور ﷺ کا زمانہ پاؤ تو میرا اسلام عرض کرنا اور پھر میں عیسیٰ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے مجھے انجیل کی تعلیم بھی فرمائی اور آپ ﷺ کی خدمت میں سلام بھی عرض کیا اور فرمایا کہ اگر حضور ﷺ کا زمانہ پاؤ تو میرا اسلام بھی پیش کرنا تو اللہ نے مجھے سعادت بخشی میں نے بڑھاپے میں حضور ﷺ کا زمانہ پایا۔ اب دیکھ لیں کب قابل و ہابیل ہوئے اور کب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو یہ درمیان میں جو شاید کروڑوں سال کا عرصہ ہے تو ان کی عمریں اس حساب سے صدیوں جس طرح ہماری سالوں کے حساب سے ہوتی ہیں ان کی صدیوں کے حساب سے ہوتی ہیں۔

تو یہ ایک الگ مخلوق ہے اور وہ مکلّف ہیں نبی کریم ﷺ کی یا اپنے عہد کے انبیاء کی اطاعت کے۔ اطاعت نہیں کریں گے تو اُس کا عذاب پائیں گے لیکن اُن کے اگر ثواب میں خلود نہیں ہے تو عذاب میں بھی خلود نہیں ہے۔ جتنے گنہ کیے ہیں اتنا عذاب دے کر تباہ کر دیئے جائیں گے۔ رہا ابلیس تو ابلیس کے جرم میں دوام ہے اُس کی سزا میں بھی دوام ہے جو شیاطین اُس کی نسل سے ہوں گے یا جو انسان اُس کے ساتھ شامل ہو جائیں گے . شیطین الجن والانس ۔ اُس کی اولاد میں اب یہ اُس کا پڑپوتا مسلمان ہو گیا الحمدللہ تو وہ ایک الگ چیز ہے جو اُس کے پیروکار رہوں گے اور جو جنوں میں سے اُس کے ساتھ مل جائیں گے یا جو انسانوں میں سے اُس کے ساتھ مل جائیں گے۔ چونکہ نافرمانی میں دوام ہے۔ یعنی اگر دنیا ہمیشہ رہتی تو یہ ہمیشہ ہی نافرمانی کرتے رہتے تو سزا میں بھی دوام ہو گا۔ اُس کے بعد اصل مخلوق جو مخلوق میں سب کی امام اور اللہ کی قدرت کا شاہکار ہے وہ انسان ہے۔ انسان اپنا مقصد بھول چکا ہے۔ یعنی مقصد حیات تھا حصول معرفت الٰہی اب اُس کے ساتھ آزمائش اور امتحان یہ ہے کہ اُسے اس عالم آب وگل میں بھیج دیا گیا۔ اُس کا وجود

اللہ کریم نے آب وگل بنایا۔ مادی وجود ہے وجود کی ضروریات ہیں اُسے غذا چاہیے اُسے دوا چاہیے اُسے مکان چاہیے اُسے گھر چاہیے۔ یہ ساری ضروریات اُس کی اسی مادے سے اسی زمین یہی زمین یہی مٹی پوری کر رہی ہے یہی لباس بنا رہی ہے' یہی عذاب بنا رہی ہے' یہی دوائیں پیدا کر رہی ہے۔ سب کچھ چونکہ وجود کی اصل خاک ہے تو اُس کی جتنی توڑ پھوڑ کی مرمت ہے وہ بھی خاک ہی سے ہوتی ہے۔ آپ ایک مٹی کا پتلا بناتے ہیں تو اُس میں کہیں دراڑ آئے تو وہاں پتھر نہیں ٹھونستے وہیں مٹی کا لیپ کرتے ہیں چونکہ وجود خاکی ہے تو اس کی تکمیل کی ساری ضرورتیں جو ہیں مادی ہیں وہ خاک سے ہی ہیں۔ خاک ہی چاول بنتی ہے خاک ہی گندم بنتی ہے خاک ہی پھل بنتی ہے خاک ہی غذا بنتی ہے مٹی ہی دودھ بنتی ہے مکھن گھی بنتی ہے مٹی ہی مختلف مراحل سے گزر کر دوا بن جاتی ہے تو یہ ایک ایسا لمبا نظام ہے جس میں انسان محتاج ہے ضرورتوں کا ان کی تکمیل کا۔ یہاں پر اللہ کریم نے ایک وعدہ فرمایا ہے فرمایا۔

وما من دابته فی الارض الاعلی اللہ رزقھا روئے زمین پر جو متنفس جسے بھی رزق کی ضرورت ہے اُس کا رزق اللہ نے فرمایا میرے ذمے ہے رزق میں نے دینا ہے بات ہی ختم ہوگئی معاملہ ہی طے ہوگیا کہ بھئی آپ کی جو روٹی ہے وہ سرکاری ہوگئی چلو جی حکومت دے گی انسان ایسا نادان ہے کہ یہ اُسی روزی کے حصول میں ساری عمر ضائع کر جاتا ہے جو ملنی ہے ہر حال میں ملنی ہے پھر یہ کاروباری ہاتھ پاؤں یہ سوچ بچار یہ تکلیف کیوں دی گئی اس لئے دی گئی کہ انسان کو مکلف کیا گیا وسائل کے اختیار کرنے کا اور اُس کا امتحان رکھا گیا کہ اگر اُسے اعتماد ہے کہ روزی اللہ دے گا تو جائز وسائل اختیار کرے گا کہ وسائل اختیار کرنا اُس کی ذمہ داری ہے اور یہ عبادت ہے جس طرح نماز عبادت ہے روزہ عبادت ہے حج عبادت ہے اُسی طرح حصول رزق حلال فرض عین ہے جس طرح نماز فرض عین ہے جس پہ حج فرض ہو جاتا ہے اُس کے لئے فرض عین ہے جس پہ زکوۃ فرض ہو جاتی ہے اُس کے لئے فرض عین ہے جس پہ روزہ فرض ہو جاتا ہے اُس کے لئے فرض عین ہے کہ اُسے مفر نہیں ہے بلا عذر شرعی اس طرح حصول رزق حلال فرض عین ہے اب رزق حلال کے لئے وہ دکانداری کرتا ہے معروف ذرائع ہیں یا مزدوری کرتا ہے یا ملازمت کرتا ہے یا زراعت کرتا ہے۔ چار معروف ذرائع ہیں حصول رزق کے۔ ان کے علاوہ کسی غیر معروف ذریعے سے رزق حاصل کرنا اُس کا کوئی جواز نہیں ہے وہ حرام ہے یعنی رزق معروف ذرائع سے حاصل کیا جائے گا اور اس ایمان کے ساتھ کیا جائے گا کہ رزق اللہ نے دینا ہے میری محنت پہ نہیں ہے مجھے محنت کرنا ہے اللہ کو راضی کرنے کے لئے جتنی دوڑ دھوپ میں کر رہا ہوں وہ اس لئے ہے کہ اللہ کریم نے مجھے وسائل اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ مجھے کھیتی جو ہے اُس میں ہل چلانے کا حکم دیا ہے اُس میں کھاد ڈالنے کا حکم دیا ہے بیج ڈالنے کا حکم دیا ہے لیکن اُسے اُگانا اور اُس پر غلہ حاصل کرنا یہ میرے بس میں ہے اب پچھلے سال ہم نے ساری کھیتی تیار بھی کی۔ کھاد بھی ڈالی بیج بھی ڈالا اور کہیں ایک تنکا گندم کا نہیں ہوا بارشیں نہیں ہوئیں اور میرے خیال میں بہت ہی کم لوگوں نے اس علاقے میں بیجائی کی میرے علاوہ لیکن ہم نے کی کہ یہ ہمارے ذمے ہے ہمیں کرنا ہے۔ جو ہمارے ذمے ہے وہ ہم کریں گے اُس سے کچھ حاصل ہوتا ہے یا نہیں یہ اُس کی مرضی اور الحمدللہ اتنا پھر بھی ہوگیا کہ سارا سال کا لنگر جو ہے وہ اُس پہ چل گیا۔ اللہ دینے والا ہے اجتماع بھی سارا گزر گیا اور ابھی تک ہم اُسے کھائے جا رہے ہیں ۔اللہ اُس میں برکت دے رہا ہے وہ ابھی تک تو غلہ چل رہا ہے کم ہونے کے باوجود بھی ہماری سال کی ضروریات تو لنگر کی پوری کر گیا وہ کارساز ہے روزی وہ خود دیتا ہے اُس کے ذمے ہے انسان کے ذمے کیا ہے؟

اس کی بڑی آسان سی مثال ہے کہ آپ ایک مزدور کو لگاتے ہیں مکان بنانے کے لئے یا دیوار تعمیر کرنے کے لئے یا کسی تعمیری کام پر آپ مزدور لگا دیتے ہیں یا مستری لگا دیتے ہیں۔ اب اُن کی صبح کی چائے' دوپہر کا کھانا' پچھلے پہر کی چائے' شام کا کھانا' رات کو ٹھکانہ دینا یہ تو آپ کی مجبوری ہے آپ کے ذمے ہے آپ کا گھر بنا رہے ہیں اُن سے دیکھا یہ جائے گا کہ دیوار کی چنائی کتنی کی اور کیسی کی' درست کی یا غلط کی دن بھر کا

کام کتنا ہے واقعی دن بھر میں جتنا ہونا چاہیے اُتنا کیا یا کام چوری کی تھوڑا کیا۔ صحیح کیا صحیح اینٹیں لگائیں یا غلط لگائیں یا ٹیڑھی کردی دیوار یا درست کی دیکھا یہ جائے گا۔

یہی معاملہ اگر ہم اپنے آپ پر منطبق کریں تو دیکھا یہ جائے گا ہم لگے ہوئے ہیں معرفت الٰہی اور آخرت کی مزدوری پر۔ ہمارے دن بھر کی مصروفیات کا جائزہ یہ لیا جائے گا کہ اس نے آخرت کے لئے کتنی اینٹیں درست لگائیں سیدھی لگائیں یا کوئی کام کیا بھی ہے یا کیا ہی نہیں سارا دن اُسے چھوڑے رکھا۔ اصل کام جس کی ہم پہ ذمہ داری ہے وہ ہے تعمیر آخرت۔ حصول رزق کے لئے جو وسائل ہم اختیار کرتے ہیں تجارت کرتے ہیں کاروبار کرتے ہیں ملازمت کرتے ہیں کھیتی باڑی کرتے ہیں محنت مزدوری کرتے ہیں تو یہ بھی تعمیر آخرت کا حصہ ہے اس پر آخرت تعمیر ہوتی ہے روزی انہیں بھی دیتا ہے جو کچھ نہیں کرتے۔ مخلوق پیدا ہونے سے پہلے اللہ کریم نے رزق تقسیم کر دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ لکھا جاچکا اور سیاہی خشک ہو چکی۔ طے ہو چکا کہ اس کو کیا ملے گا۔ دیکھتے نہیں کہ جو گاڑی کا پورا انجن کھول کر نئے سرے سے بنا سکتے ہیں وہ چند چابیاں اور پانے لیکر سڑک پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ جسے گاڑی چلانا نہیں آتی اُس کے پاس دس دس گاڑیاں ہوتی ہیں۔ یعنی ایک ایسا بندہ جسے گاڑی چلانا نہیں آتا اُس کے پاس تو دس دس گاڑیاں کھڑی ہیں اور جو گاڑی کو جوڑنے توڑنے بنانے کا ماہر ہے وہ ٹوٹی ہوئی جوتیاں لے کر پیدل سڑک پہ پھر رہا ہے کہ کسی کی گاڑی خراب ہوگی تو مرمت کر کے روزی کماؤں گا تو اگر عقل پہ ہوتی تو گاڑیاں تو اُس کے پاس ہونی چاہئیں تھیں جو اُن کو جانتا ہے!

بہ نادان آں چناں روزی رساند
کہ دانا اندراں حیراں بماند
اگر روزی بدانش برفزودے
زنا داں تنگ تر روزی نبودے

اگر روزی نرے عقل پر ہوتی تو جاہلوں اور نادانوں سے زیادہ مفلس کوئی نہ ہوتا۔ لیکن بے وقوفوں کو اس طرح رزق دے دیتا ہے کہ عقل والے دنگ رہ جاتے ہیں کہ اس نے کہاں سے لے لیا وہ قادر ہے جو ہم سے غلطی ہوتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ جو کام اللہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے ہم اُس کی فکر میں دن بھر گھلتے رہتے ہیں اور جو کام ہمارے ذمے ہے وہ ہم بھول جاتے ہیں یعنی بالکل کلیہ اُلٹ گیا نا کہ رزق اُس کے ذمے ہے ہم اُس کے لئے اپنی ساری قوت ہلکان کرتے رہتے ہیں اور ہمارے ذمے ہے معرفت الٰہی کا حصول اور تعمیر آخرت وہ ہم بھول جاتے ہیں اُس کے لئے ہمارے پاس فرصت نہیں ہے یعنی جو اپنا کام ہے اُس کے لئے فرصت نہیں۔ اور جو اللہ کا کام ہے اُس نے کرنا اپنی مرضی سے ہے تو اُس کے لئے ہلکان ہو رہے ہیں۔ رہا وسائل کا اختیار کرنا تو وسائل کا اختیار کرنا بھی عبادت اور فرض عین ہے کہ رزق حلال عین عبادت ہے اگر یہ عبادت ہے تو پھر چوری کرنے کی کیا ضرورت ہے جب اسے عبادت سمجھ کر کیا جائے گا تو کوئی رشوت لے گا۔ جب اسے اللہ کی اطاعت سمجھ کر کیا جائے گا تو کوئی کم تولے گا کوئی کسی سے زیادہ قیمت وصول کرے گا۔ کوئی ہیرا پھیری کرے گا نہیں کرے گا۔ جب اُس کا یہ ایمان ہوگا کہ جو میں کام کر رہا ہوں جو میں محنت کر رہا ہوں یہ میرے ذمے ہے اور یہ بھی عبادت ہے اور تعمیر آخرت کے لئے نماز روزے سے معاملات زیادہ ضروری ہیں۔ اگر نماز روزے کو آپ اینٹ کا درجہ دیں تو اُس میں جو مسالہ لگتا ہے اینٹوں کو جوڑنے کے لئے وہ دن بھر کا کردار ہے۔ اگر مسالہ ناقص ہوگا تو وہ اینٹیں جڑی ہوئی بھی گر سکتی ہیں اگر دن بھر کے معاملات صحیح نہیں ہیں تو سجدے اور رکوع بھی منہ پر دے مارے جاسکتے ہیں اللہ کریم قبول نہیں فرماتے کہ حرام کھا کر عبادت کیا ہوگی!

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک شخص دور دراز سے آئے گا اُس کے لباس کے میلے پن سے اور اُس کے بالوں کی پریشانی اُس کے چہرے پر اَٹی ہوئی گرد اُس کے دور دراز اور لمبے سفر کی غماض ہوگی اور پریشان حالی میں بیت اللہ کا طواف کرے گا اور پکارے گا۔

اللھم لبیک لا شریک لک لبیک۔ لیکن فرمایا اصدق

الصادقین ﷺ نے کہ اُسے جواب اللہ کی طرف سے نہیں دیا جائے گا۔عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ اتنی محنت مشقت کر کے وہ حاضر ہوگا تو اللہ قبول نہیں فرمائیں گے فرمایا اس لئے کہ اُس کا کھانا حرام ہوگا اُس کا لباس حرام سے ہوگا۔

یہی جو معاملات ہیں دن بھر کے ان کا اثر اتنا ہے کہ عبادات قبول ہوتی ہیں یا نہیں اُس کا انحصار بھی ان پر ہوتا ہے یہود پر جب عذاب اور تباہیاں آئیں تو اللہ نے اُس کا ایک سبب ارشاد فرمایا **سمعون للکذب اکلون للسحت**۔قرآن کریم فرماتا ہے اللہ نے یہ سبب ارشاد فرمایا کہ ایک تو یہ حرام کھاتے تھے' معاملات میں پرواہ نہیں کرتے تھے' دوسروں کا حق کھا جاتے تھے اور **سمعون للکذب**. جھوٹ سنتے تھے۔بڑے خوش ہوتے تھے جھوٹ سن کر۔جھوٹ کہنا تو اور بات ہے یہ جھوٹ سننے پر تباہ ہو گئے۔غلط محفلوں میں جانا' پراپیگنڈے سننا لوگوں کے خلاف باتیں سننا معاشرے کے خلاف باتیں سننا' دین کے خلاف باتیں سننا' بُرائی کی باتیں سننا یہ جسے آج لوگ کہتے ہیں نا یہ موسیقی روح کی غذا ہے۔اسی کی بات ہو رہی ہے کہ یہ جسے روح کی عذا بتاتے ہیں وہ سارا جھوٹ ہوتا تھا اور جھوٹ سن سن کر خوش ہوتے تھے۔تو یہ باتیں حرام کھانا اور جھوٹ سننا ان کی تباہی اور ہلاکت اور عذاب الٰہی کا سبب بن گئی۔

تو قرآن تاریخ کی کتاب نہیں ہے کتاب ہدایت ہے یہ جو مثالیں بیان فرماتا ہے یا تاریخی واقعات دہراتا ہے ہدایت کے لئے دہراتا ہے کہ تم ایسا نہ کرنا تم حرام نہ کھانا تم جھوٹ نہ سننا۔

مجھے اگلے دن ایک خط ملا لوگ کیا کریں کہاں جائیں اپنے مسائل اپنے دکھ میرے ساتھ ہی شیئر کرتے ہیں زیر بحث لاتے ہیں اُس نے کہا میں بہت پریشان ہوں اس لئے کہ میرے دل میں نبی کریم ﷺ کی ذات عالی صفات کے بارے بڑے بڑے غلط وساوس آتے ہیں اور میں پریشان ہوگیا ہوں۔میں رد کر کے تھک گیا ہوں مجھ سے رد نہیں ہوتے اور عجیب بات ہے کہ براہ راست نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے خلاف میرے دل میں ایک طوفان اُمڈا چلا آرہا ہے ایسا شیطان نے مجھے پریشان کر رکھا ہے تو میں نے کہا اصل اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ فواحشات دیکھتے یا سنتے ہیں ہمارے بے شمار ٹی۔وی پروگرام ایسے ہیں جن میں بے حیائی اور برہنگی کا پہلو نمایاں ہے۔فحش کلامی ہے یا آپ وہ دیکھتے ہیں یا ایسی سی ڈیز پھرتی ہیں بازاروں میں ٹیپیں پھرتی ہیں جن میں بے حیائی ہے یا آپ وہ دیکھتے ہیں یا آپ ایسے لوگوں کی محفل میں بیٹھتے ہیں جو بکواس کرتے ہیں اور آپ سنتے رہتے ہیں یہ جو سننا ہے یہ دل کو اس طرح سے تباہ کر دیتا ہے کہ اس میں شیطان کے لئے بہت سے دروازے کھل جاتے ہیں۔یاد الٰہی اور ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن اور درود شریف کا پڑھتے رہنا' زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھنا' دل میں ذکر الٰہی کو بسائے رکھنا یہ شیطان کے لئے دروازے بند کر دیتا ہے لیکن جتنی بے حیائی آپ دیکھیں گے یا سنیں گے وہ شیطان کے لئے دروازے کھولتی چلی جائے گی اور پھر شیطان آپ کو شیخ سے کاٹنے کی کوشش کرے گا۔اگر وہ آپ برداشت کر گئے پھر نبی کریم ﷺ سے کاٹنے کی کوشش کرے گا پھر اللہ کے خلاف انکار دل میں لے آئے گا یہ تو اُس کا کام ہے آپ ریزسٹ کر رہے ہیں لیکن آپ اُس سبب کا بھی تدارک کریں جس کی وجہ سے شیطان کو یہاں تک رسائی حاصل ہے۔وہ سبب ہے بے حیائی اور جھوٹ کا دیکھنا یا سننا۔

تو ہمارا اصل کام ہم دیہاڑی دار مزدور ہیں اور تعمیر آخرت پر ہمیں لگایا گیا ہے۔بنی نوع انسان کو حصول معرفت الٰہی اور تعمیر آخرت پر لگایا گیا ہے اور ہمارے کھانے پینے کا ذمہ اللہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے اب اس سے یہ نہ سوچا جائے کہ ہم کام کار چھوڑ کر بیٹھ جائیں گے۔بیٹھ جائیں گے تو تعمیر آخرت میں نقصان ہوگا کہ کام کاج کرنا ہماری ذمہ داری ہے تعمیر آخرت کا حصہ ہے۔عبادات جو ہیں اُن سے زیادہ ضروری معاملات ہیں۔معاملات میں اگر درستگی نہیں آئے گی تو عبادات کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا آپ بغیر گارے بغیر مسالے کے اینٹیں جوڑتے رہیں۔جتنی اونچی دیوار لے جائیں ایک دھکا دیں گے ساری گر جائے گی ایک

جھونکا آئے گا ساری گر جائے گی۔ محض اینٹوں کا ڈھیر ہوگا تو جو مسالہ اُسمیں لگانا ہے وہ ہے ہمارے روزمرہ کے معمولات ہماری کاشتکاری' ہماری ملازمت ہماری تجارت' اُسے اس خلوص سے کریں کہ یہ کرنا کوشش کرنا محنت کرنا میری ذمہ داری ہے رہی روزی وہ اُس نے بانٹ دی ہے اور ہر ایک کو ملے گی' ہر ایک کو مل رہی ہے۔ ہر ایک کو ملے گی۔

ہم اپنی زمینوں پہ کنواں کھود رہے تھے اور وہ سارا کوئی پندرہ یا اٹھارہ فٹ شاید غالباً کچھ مٹی اور روڑے ملے جلے چلے اُس کے بعد سالڈ چٹانیں آ گئیں ہم نے دوسو چونتیس فٹ تک وہ چٹانیں کاٹ کر کنواں بنایا۔ تو ہم نوے فٹ کے قریب تھے تو ایک چٹان مزدوروں نے بارود لگا کر توڑی سالڈ چٹان تھی اُس میں وہ سارا بارود سے چلتا تھا۔ چٹان میں سوراخ کر کے اُسمیں بارود ڈالا۔ وہ بارود فائر کیا وہ ٹوٹ گئی وہ ٹکڑے نکالے پھر اسطرح سے وہ ساری کٹائی کر کے ہم لے گئے۔ تو نوے فٹ کے قریب تھی نوے سے کچھ کم یا زیادہ مجھے صحیح یاد نہیں لیکن مجھے نوے کا فیگر یاد ہے اس کے قریب تر تھی وہ تو ایک چٹان انہوں نے توڑی تو اُس میں سے ایک گیند پتھر کی ایک گیند نکلی۔ جتنی یہ کرکٹ کی گیند ہوتی ہے اب ہر کوئی کرکٹ کو تو جانتا ہی ہے اتنی سی گیند پتھر کی تھی انہوں نے باہر نکالی۔ جب اُسے انہوں نے توڑا تو وہ کھل گئی تو اُس میں اتنی سی جگہ جتنا وہ پرانا چاندی کا روپیہ ہوتا تھا اتنی ہی موٹی اتنی ہی جگہ خالی تھی اور اُس کے اندر ایک وہ پروں والی تتلی سی اُرنے والی پھر رہی تھی شاید وہاں پیدا ہوئی۔ اُسے اللہ نے وہاں گھر بنا دیا۔ اُسے ہوا بھی چاہیے تھی آکسیجن بھی چاہیے تھی غذا بھی چاہیے تھی۔ رطوبت پانی بھی چاہیے تھا اور ایک ہی تھی کوئی جوڑا بھی نہیں تھا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی وہ پتھر بھی اور وہ تتلی بھی تو میں نے کہا یہ ایک محاورہ سنا تھا کہ پتھر میں کیڑے کو روزی دیتا ہے لیکن یہ نوے فٹ کی گہرائی میں سنگلاخ چٹانوں کے اندر پھر اس سنگلاخ چٹان میں پھر ایک پتھر کا گیند ہے گول سا بنا بالکل گول گیند کی طرح تھا۔ اُسے جب انہوں نے ٹھوکر لگائی درمیان سے ٹوٹ گیا تو اُس کے درمیان چھوٹا سا خلا تھا اور اُس میں وہ پھر رہی تھی زندہ سلامت' وہ پروں والی وہ تھی وہ اُسے کیا کہتے ہیں۔ اوپر جس کے تخت پر ہوتے ہیں اور نیچے نرم پر اُڑنے والے پَر نیچے ہوتے ہیں اور وہ فولڈ ہو جاتے ہیں اوپر سخت تھے پر وہ تھی۔ تو وہ قادر ہے۔ ہر متنفس کو جہاں وہ ہے روزی پہنچا رہا ہے۔ ہماری روزی بھی اُس کے ذمے ہے اور وہ پہنچاتا ہے اور پہنچا رہا ہے اور پہنچاتا رہے گا۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ ہماری ذمہ داری کیا ہے اور ہم لگ کسی میں گئے ہیں۔ جو کام اُس نے اپنے ذمے لیا ہے اُس کی فکر ہمیں کھائے جا رہی ہے جو ہمارے ذمے ہے۔ وہ ہم بھول چکے ہیں۔ تو میرے بھائی زندگی کو اُس مزدور کی طرح جانو جو ایک دیوار بنانے پہ لگا ہے اُس کا مسالہ جانچا جائے گا اُس کی دیوار کا سیدھا اور ٹیڑھا پن اور خوبصورتی اور جوڑ جانچا جائے گا اُس کی پیمائش جانچی جائے گی کہ کتنی بنائی' کیسی بنائی' کیسا مسالہ لگایا اور زندگی کا مقصد تعمیر آخرت ہے اور جو حصول رزق کی محنت ہم کرتے ہیں یہ بھی تعمیر آخرت کا حصہ ہے یہ روزی کا حصہ نہیں ہے کتنے ایسے ہیں جو دن بھر محنت کرتے ہیں اور ایک وقت کا کھانا میسر ہوتا ہے اور ایک وقت فاقہ آ جاتا ہے اور کتنے ایسے ہیں جو کچھ نہیں کرتے اور بہت پیٹ بھر کے کھاتے ہیں تو اُس کی اپنی تقسیم ہے کسی کو رزق دے کر آزماتا ہے اور کسی پر تنگی بھیج کر آزماتا ہے تو اس کلیے کو سیدھا رکھیں اپنی محنت اپنا مجاہدہ تعمیر آخرت کے لئے کریں۔......

یہ بڑی دہشت گردی ہوگئی۔ دہشت گردی کا تدارک اصلاح احوال ہے انصاف کا حصول ہے عدل کا قیام ہے اور حق کا غلبہ ہے اور باطل کو شکست دیں نیکی پہ قائم ہوں' عدل کو کام میں لائیں' عدل مہیا کریں' اپنے لئے دوسروں کے لئے انصاف مہیا کریں تو دہشت گردی ختم ہو جائے گی اور اس اصول کو سمجھ لیں کہ ہم مکلّف ہیں کام کرنے کے جو اہلیت اللہ نے دی ہے وہ ہمیں صرف کرنی ہے۔ کسی کے پاس قوت بیان ہے اُسے بیان کرنا ہے۔ کسی کے پاس علم ہے اُسے دوسروں کو علم پہنچانا ہے کسی کے پاس لکھنے کی طاقت ہے اُسے بھلی باتیں لکھنی ہیں کسی کے پاس مزدوری کرنے کی طاقت ہے اُسے مزدوری کرنی ہے۔ لیکن یہ صرف روزی کے لئے نہیں یہ سب کچھ تعمیر آخرت اور رضائے الٰہی کے لئے کرنا ہے روزی سے بے فکر

رہیں وہ پہنچا دے گا۔ روزی دنیا اُس نے اپنے ذمے لے لیا ہے آج کا کھانا کوئی انسان آپ کا منع کرے۔ آپ یہاں آتے ہیں آپ کو پتہ ہے کھانا لنگر سے ملے گا کبھی آپ نے روٹی کی فکر کی ہے۔ کیوں نہیں کہتے کہ بھائی کھانا پکانا تھا' آگ جلانی تھی چولہا جلانا تھا۔ آپ کو کوئی فکر نہیں ہوتی کیوں نہیں ہوتی اس لئے کہ آپ کو پتہ ہے کھانا لنگر سے ہے۔ کوئی بندہ آپ کا کھانا منع کر دیتا ہے کہ شام کا کھانا میرے ہاں کھائیے گا تو آپ اپنے کھانے کا کوئی اہتمام کرتے ہیں! اللہ نے سب کے کھانے کا ذمہ لیا ہوا ہے کھانا اُس کے ذمے ہے۔ روزی اُس نے دینی ہے اور دے رہا ہے اور دیتا رہے گا دیتا ہی ہے ہم سمجھتے یہ ہیں کہ میں نے اپنی ہمت سے کمائی بس یہاں غلطی لگ جاتی ہے ہم نے جو ہمت کرنی ہے یہ بھی اس طرح عبادت ہے جس طرح نماز روزہ عبادت ہے زندگی بھرپور طریقے سے گزاریں اور جتنی اللہ نے ہمت دی ہے اتنا کام کریں جتنی وسعت دی ہے اتنا کاروبار کریں ایک آدمی کے کاروبار سے لاکھوں گھر جو ہیں اُن کا روزگار بنتا ہے لیکن یہ سب عبادت ہے اس سے آپ کی تعمیر آخرت ہوتی ہے اور روزی اللہ کے ذمے ہے وہ عطا فرمائے گا اللہ کریم ہمیں دین کا شعور اور سمجھ عطا فرمائے اور دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھے دین کی حکومت قائم فرمائے۔ عدل و انصاف قائم فرمائے اور روئے زمین پر عدل کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

اشتہار

کیا آپ ماہنامہ المرشد کے سالانہ خریدار بننا چاہیں وہ بذریعہ منی آرڈر درج ذیل ایڈریس پر مبلغ =/250 روپے روانہ کریں۔

دفتر ماھنامه المرشد

اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن

ٹاؤن شپ لاہور فون 042-5182727

(نوٹ) درج بالا ایڈریس کے علاوہ کسی اور جگہ روپے بھجوانے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

ولی اللہ کی پہچان

"یہ جو معیار ہم نے بنا لیا ہے کہ فلاں بزرگ
کے پاس گئے تو ہمیں اتنا دنیوی فائدہ ہوا اگر
فائدہ ہوا تو یہ رب کی مرضی اور اگر نقصان ہوا تو یہ بھی
میرے رب کی مرضی لیکن اس کے پاس جانے سے
اگر تمہیں وہ کیفیت نصیب ہو کہ اللہ پر اعتراض کی
بجائے اللہ کی اطاعت آ جائے‘ اللہ کے رسول کے
احکام چھوٹنے سے دل پر ٹھیس لگے
تو یہی ولی اللہ ہے۔"

ماخوذ از

"تعلیمات و برکات نبوت صلی اللہ علیہ وسلم"

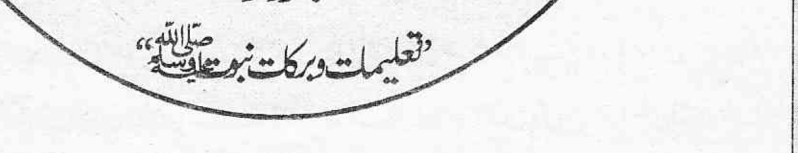

تعاون

احمد دین ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2667571-2

امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ کے فی البدیہہ خطابات پر مشتمل منفرد انداز کی پہلی بیانیہ تفسیرِ قرآن حکیم

اکرم التفاسیر سے اقتباس......

امیر محمد اکرم اعوان

دار العرفان منارہ ضلع چکوال

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم○

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم○

ترجمہ:- ''کہہ دیں جو جبرائیل کا دشمن ہو تو بیشک اس نے یہ آپ کے دل پر نازل کیا ہے اللہ کے حکم سے اس کی تصدیق کرنے والا جو اس سے پہلے ہے اور ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کے لئے جو دشمن ہو اللہ کا، اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا، تو بیشک اللہ کافروں کا دشمن ہے اور البتہ ہم نے آپ کی طرف سے واضح نشانیاں اتاریں اور ان کا انکار صرف نافرمان کرتے ہیں۔ کیا (ایسا نہیں) جب بھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو اس کو توڑ دیا ان میں سے ایک فریق نے بلکہ ان کے اکثر ایمان نہیں رکھتے اور جب ان کے پاس ایک رسول آیا اللہ کی طرف سے اس کی تصدیق کرنے والا، جو ان کے پاس ہے، تو پھینک دیا ایک فریق نے اہل کتاب کے، اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھ پیچھے گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں۔''

(سورۃ البقرہ ۹۶ تا ۱۱۰)

خلاصہ تفسیر ومعارف

یہود کی یہ منطق بھی نرالی تھی کہ اگر کوئی اور فرشتہ وحی لاتا تو ہم مان لیتے جبرائیل امین علیہ السلام نے تو بارہا ہماری بستیوں کو غرق کیا اور ہم پر عذاب لائے لہٰذا ایسی وحی جو جبرائیل امین علیہ السلام لاتے ہیں اُسے ہم نہیں مانیں گے، اس کے جواب میں اللہ کریم نے فرمایا

قل من کان عدو الجبریل انہیں کہیے جسکو جبرائیل امین علیہ السلام سے دشمنی ہے وہ یہ بات اچھی طرح سن لے۔ فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللّٰہ جبرائیل امین علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اللہ کا سچا قرآن، آپ ﷺ کے قلب اطہر پہ اُتارا۔ مصدقا لما بین یدیہ۔ اُس سے پہلے جو اللہ کے وعدے یا جو اللہ کا کلام تھا یہ اس کی تصدیق کرتا ہے زندگی کے تمام شعبوں میں صحیح رہنمائی کرتا

ہے۔اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری سناتا ہے یعنی جبرائیل امین علیہ السلام نے قصور کیا کیا؟ کہ جو کام بھی کیا ہے اللہ کے حکم سے کیا ہے اگر تمہاری بستی کی طرف تباہی لانے کا سبب بنے تو اُس میں قصور وار جبرائیل امین علیہ السلام نہیں تھے تم لوگ خود تھے تم نے بُرائیاں کیں اور اللہ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے تمہیں سزا دی۔ وہ سزا تو اللہ کی طرف سے تھی اور وہی جبرائیل امین علیہ السلام ہیں جو بعثت آقائے نامدار سے قبل نور ہدایت لائے' تمام ایمان لانے والوں کے لئے خوشخبری لا رہے ہیں۔

قرآن کی تین صفات ہیں جو حق پہلے نازل ہوا اس کی تائید فرماتا ہے زندگی کے ہر کام میں صحیح رہنمائی فرماتا ہے ھدیٰ کا معنی ہوتا ہے کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح طریقہ۔قرآن کی دوسری بڑی صفت یہ ہے کہ ھُدیٰ ہے یہ زندگی کے ہر کام کو صحیح طریقے سے انجام دینے کا طریقہ بتاتا ہے۔تیسری صفت یہ ہے کہ ایمان والوں کے لئے خوشخبری ہے' انہیں بشارت دیتا ہے کہ یہ زندگی تو ایک عارضی شے ہے' تمہیں تو اللہ کے حضور جانا ہے وہاں تمہارے لئے بے شمار نعمتیں ہیں' قرب الٰہی ہے' وصال محمدی ﷺ ہے۔

مہبط وحی

نزلہ' علی قلبک آپ ﷺ کے قلب اطہر پہ نازل فرمایا' اس کا مطلب ہے کہ مہبط وحی قلب ہے۔ انسان کے وجود میں دماغ ہے جو سب سمجھتا ہے' محسوس کرتا ہے' فیصلے کرتا ہے۔ جو فیصلہ دماغ کرتا ہے اعضاء وجوارح ہاتھ پاؤں اُس پہ عمل کرتے ہیں لیکن یاد رہے! دماغ کو فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ دماغ جو کچھ سمجھتا ہے' قلب پر پیش کرتا ہے لیکن فیصلہ قلب ہی کرتا ہے۔دماغ کو قلب کے بعض فیصلوں سے اختلاف بھی ہوتا ہے بعض اوقات چوری کرنے والے کو اُس کا اپنا دماغ بھی کہتا ہے کہ تو بُرائی کر رہا ہے لیکن اُس کا دل کہتا ہے کہ کر دو اور وہ کرتا ہے جوا کھیلنے والے کو بھی اس کا دماغ سمجھاتا ہے' اُسے بھی سوچ آتی ہے' کہ میں کیوں پیسے برباد کروں لیکن اُس کا دل چاہتا ہے تو وہ کرتا ہے۔ گویا اصل حکمران دل ہے دل ایک گوشت کا لوتھڑا ہے' پمپنگ مشین ہے جو سارے جسم میں خون پہنچاتا ہے لیکن اس کے اندر اللہ نے عالم امر کا ایک لطیفہ ربانی رکھ دیا ہے جو حقیقی قلب ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے **اذا صلحت صلح الجسد کله**' اگر وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا بدن ٹھیک ہو جاتا ہے **اذافسدت** اور اگر اُس میں فساد پیدا ہو جائے **فسد الجسدُ کله**' تو سارے وجود میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔

تو دماغ عالی جو تھا نبی کریم ﷺ کا' وہ بھی مخلوق میں یکتا تھا' نبی کریم ﷺ کا وجود اطہر' ذات اطہر' ایک ایک چیز کائنات میں افضل ترین' آپ ﷺ کی نظر آپ ﷺ کا نطق' آپ ﷺ کی زبان' آپ ﷺ کی بات' آپ ﷺ کا لباس' ہر ہر ادا میں آپ ﷺ کی مثال نہیں۔ اسی طرح دماغ عالی بھی بے مثال تھا اور قلب جو لطیفہ ربانی ہے' مہبط وحی ہے' وہ مقام ہے جس پر اللہ کا کلام نازل ہوا' اللہ کی وحی نازل ہوئی۔

ذکر خفی

اسی لئے قرآن حکیم نے ذکر خفی قلبی پہ سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ **الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم**۔ وہ لوگ جو کھڑے' بیٹھے' لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ ہر حال میں ذکر قلب ہی کر سکتا ہے۔سو جائیں گے تو زبان رُک جائے گی۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نور ایمان اور تجلیات ایمانی کی خصوصیت قرآن حکیم ان الفاظ میں بتاتا ہے۔**ثم تلینُ جلودھُم وقلوبُھُم الی ذکر اللہ**۔ کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک اُن

کے بدن کا ہر ہر ذرہ ذاکر ہوگیا۔ جب قلب ذاکر ہوتا ہے تو وجود کے گوشے گوشے' کونے کونے میں اللہ کا نور پہنچا دیتا ہے۔ سارا خون واپس دل میں آتا ہے۔ دل میں آ کر' صاف ہو کر دوبارہ سارے بدن مین جاتا ہے' جلد تک' انگلیوں کے پوروں تک' وہ انگ انگ میں' نس نس میں پہنچ جاتا ہے' اسی لئے اصل حاکم دل ہے اور مہبط وحی الٰہی بھی دل ہے' نزول وحی کا مقام قلب اطہر ﷺ ہے۔

فانہ' نزلہ' علی قلبک باذن اللہِ جبرائیل امین علیہ السلام نے تو قرآن آپ ﷺ کے قلب اطہر پر اللہ کے حکم سے نازل کیا' جو تصدیق کرتا ہے پہلی کتابوں کی رہنمائی کرتا ہے زندگی کے ہر کام میں اور صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ اور ایمان والوں کو خوشخبری سناتا ہے۔

حزب اللہ اور حزب الشیطان

کائنات میں مخلوق مکلف کی دو ہی پارٹیاں' دو ہی جماعتیں' دو ہی گروہ ہیں' ایک جماعت ہے اللہ کی' حزب اللہ! اللہ کے سارے فرشتے' سارے انبیاء و رُسل اُسی جماعت میں ہیں' اللہ کے ایماندار بندے اور اللہ کو ماننے والے' اللہ کی اطاعت کرنے والے' سارے لوگ درجہ بدرجہ اُسی ایک جماعت میں ہیں اور دوسری ہے حزب الشیطان' شیطان کی پارٹی' شیطان کا گروہ' شیطان کی جماعت! اُس میں شیاطین' شیاطین کے پیروکار' اللہ کی عظمت کا انکار کرنے والے' اُس کی ذات اور صفات کے منکر' انبیاء علیہم السلام کے منکر' اللہ کی کتابوں کے منکر اور ہر وہ شخص جو کسی وجہ سے بھی کافر ہوا' وہ حزب الشیطان میں شامل ہے' کفر کی کوئی ایک وجہ تو نہیں ہے کوئی اللہ کی ذات میں شرک کرتا ہے' کافر ہو گیا' کوئی سرے سے اللہ کو مانتا ہی نہیں' کافر ہو گیا کوئی اللہ کی کتاب کا انکار کرتا ہے' کافر ہو گیا' کوئی اللہ کے نبی ﷺ کا انکار کرتا ہے' اللہ کی شان میں یا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کفریہ کلمات بکتا ہے۔ بے شمار وجوہات ہیں جن سے کافر بن جاتا ہے فرمایا جب کفر میں چلا جاتا ہے تو ایک جماعت میں چلا جاتا ہے اور سارے کفار ایک ہی جماعت ہیں الکفر ملۃ واحدۃ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ کفر ایک ملت ہے' ایک قوم ہے۔ کافر مشرق کا ہو یا مغرب کا' کافر شمال کا ہو یا جنوب کا' گورا ہو یا کالا' سب کافروں کی سوچ ایک سی ہے۔ ایک ملت ہیں اور اپنی جمعیت کو قائم رکھنے اور اپنے آپ کو غالب رکھنے کے لئے سب مل کر کوشش کرتے ہیں اللہ کی جماعت' ایک جماعت ہے۔ اب اُس میں سے کوئی کہتا ہے کہ فلاں فرشتے سے ہماری دشمنی ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ ایک فرشتے سے نہیں' اس پوری جماعت سے دشمنی ہے بلکہ خود اللہ سے دشمنی ہے۔

ایک اصول ہے' ہم نبی کریم ﷺ کی اُمت ہیں الحمد اللہ! ہم پر اللہ کریم کا یہ احسان ہے لیکن تمام نبیوں کو نبی ماننے کے مکلف ہیں ہم کسی نبی کی نبوت کا انکار نہیں کر سکتے' اور کوئی کرے گا تو جماعت سے خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح جن حقائق کا ماننا شریعت نے لازمی قرار دیا اُن سب کو ماننا پڑے گا۔ اُن میں سے کسی ایک کا انکار بھی اُس جماعت سے خارج کر دے گا دوسری جماعت شیطان کی ہے تو ارشاد فرمایا۔ جو جبرائیل علیہ السلام کا دشمن ہے اسلام کا دشمن ہے اب جو بندہ یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کو بھی مانتا ہوں' پہلے نبیوں اور اپنی کتاب کو بھی مانتا ہوں حضور نبی کریم ﷺ کو بھی مان لیتا ہوں لیکن ہماری جبرائیل امین علیہ السلام سے نہیں بنتی۔ جبرائیل امین علیہ السلام جو وحی لائے ہیں ہم اسے نہیں مانتے۔ جبرائیل امین علیہ السلام تو اللہ کے حکم کے تحت اللہ کا کلام حضور ﷺ کے قلب اطہر پہ لائے اور وہ کلام ایسا ہے جس نے پہلے کلام کی اور پہلے نبیوں کی بھی تصدیق کی' جو ساری انسانیت کے لئے ہدایت اور بشارت دیتا ہے۔

ایمان والوں سے ارشاد فرمایا جو اللہ سے دشمنی کرتا ہے اور اُس کے

فرشتوں سے دشمنی کرتا ہو۔ جبرائیل امین علیہ السلام سے دشمنی کرتا ہے یا میکائیل علیہ السلام سے دشمنی کرتا ہے تو فرمایا۔ اللہ یقیناً کافروں کا دشمن ہے اللہ کی دشمنی سے کیا ہوتا ہے؟ کیا وہ کافر کی روزی بند کر دیتا ہے؟ کیا وہ کافر کی صحت خراب کر دیتا ہے؟ کافر کا مکان گرا دیتا ہے؟ نہیں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔

دنیا ایک امتحان گاہ ھے

دنیا ایک امتحان گاہ ہے اور اس میں آنے جانے کا وقت معین ہے۔ صحت و بیماری کا وقت معین ہے، مفلسی اور امیری غریبی کا وقت معین ہے، حالات متعین ہیں۔ اُس کے اپنے فیصلے ہیں اور وہ مختلف حالات سے مختلف بندوں کو گزارتا ہے۔ کسی کی آزمائش اس طرح کرتا ہے کہ اُس پر اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے، اسے دولت مند بنا دیتا ہے، اُسے دنیا میں معزز کر دیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ یہ امیر ہو کر، دولت مند ہو کر، صاحب اقتدار ہو کر کیا کرتا ہے۔ اور کسی کو اس طرح آزماتا ہے کہ اُس پر رزق کی تنگی بھیج دیتا ہے، مفلس کر دیتا ہے، کاروبار میں نقصان ہو جاتا ہے، صحت خراب ہو جاتی ہے، مکان گر جاتا ہے، مصیبتیں آجاتی ہے لیکن مصیبتوں میں بھی وہ مجھے پکارتا ہے یا نہیں؟

اللہ کی دشمنی توبہ کی توفیق سلب کر دیتی ھے

اُس دشمنی سے اس کا کیا بگڑتا ہے؟ سب سے بڑا نقصان ہوتا ہے کہ اللہ جس سے دشمنی کر لیتا ہے اُسے اپنے کرم سے دور کرتا جاتا ہے۔ لمحہ بہ لمحہ، ساعت بہ ساعت وہ کفر کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے گناہوں میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے اللہ کی مغفرت اور اس کے کرم سے دور ہوتا چلا جاتا ہے، محروم ہوتا چلا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُسی گمراہی میں موت کا شکار ہو کر اپنی ابدی زندگی تباہ کر کے آگے چلا جاتا ہے اللہ کی دشمنی سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ کریم لاٹھی لے کر اس کا سر پھوڑ دیں گے یا اللہ اس کا مکان گرا دیں گے یہ ساری چیزیں، حادثات دنیا تو اس نظام کا حصہ ہیں اس میں سے نیک بھی گزرتے ہیں، بدکار بھی گزارتے ہیں، انبیاء و رسل بھی گزرتے ہیں اللہ کے کتنی مقرب بندے، اللہ کے کتنے پیارے انبیاء علیہم السلام ظلماً شہید کئے گئے، کتنوں کو گھروں سے نکالا گیا اور کتنی قوموں پر بوجہ ان کے کفر عذاب الٰہی نازل ہوا ہماری دشمنی تو یہ ہے کہ ہم کسی کا نقصان کرنے کو دوڑتے ہیں لیکن اللہ تو سب کا مالک ہے اور اُسے پتہ ہے سب نے لوٹ کر میری بارگاہ میں آنا ہے لہٰذا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جب واپس اللہ کے حضور جائے تو غضب الٰہی کا مستحق ہو اور رحمت کی کوئی کرن اُس پر متوجہ نہ ہو۔ اللہ کی دشمنی یہ ہوتی ہے کہ وہ کافر کو پہلے ہی تھا لیکن مزید گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنے کفر کی سیاہی کو بڑھاتا چلا جاتا ہے اور جس پہ اللہ راضی ہو جاتا ہے اگر وہ کسی وجہ سے کفر میں غرق ہو تو بھی توبہ کی توفیق اور ایمان کی توفیق عطا کر دیتا ہے یعنی اللہ کی رضا مندی اس بات میں ہے کہ نور ایمان عطا کر دے توفیق عمل عطا کر دے اور اللہ کی دشمنی یہ ہے کہ توفیق ایمان سلب کر لے، توفیق عمل سلب کر لے اور انسان مسلسل گناہوں میں دھنستا چلا جائے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

قرآن حکیم کا عطا کردہ نظام حیات عالمگیر اور ہمیشہ کے لئے قابل عمل ھے

ہم نے آپ ﷺ پر واضح دلائل کے ساتھ نشانیاں نازل فرمائیں۔ آپ ﷺ پر جو کلام مجید نازل ہوا اُس کی ایک ایک آیت ایک معجزہ ہے۔ یہ کلام جن حقائق پہ بات کرتا ہے اُن میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اس کتاب نے ایک ایسا نظام حیات دیا جو روئے زمین پر بسنے والی ساری مخلوق کے لئے بیک وقت نہ صرف قابل عمل ہے بلکہ اُس کی بھلائی اور اُس کے منافع کا بھی ضامن ہے جو نزول قرآن

سے پہلے ممکن نہ ہوا۔ نبی اکرم ﷺ سے پہلے بھی انبیاء ورسل مبعوث ہوئے لیکن وہ اپنی اقوام کی طرف سے مبعوث ہوئے جن کا ایک خاص ماحول، مزاج، موسم، خوراک، لباس اور اپنی اپنی روایات تھیں انہی کی اصلاح کے لئے وہ انبیاء مبعوث ہوئے، مخصوص علاقوں کے لئے ہوئے، مخصوص اوقات کے لئے ہوئے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت روئے زمین پر بسنے والی تمام مکلف مخلوق کے لئے، نوع انسانی کے لئے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے جو نصاب زندگی دیا وہ بیک وقت روئے زمین کے ہر خطے میں قابل عمل بھی ہے اور مفید بھی۔ یہ خود ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔

فقہ کی تدوین نو

ہمارے آج کے بعض دانشوروں کا یہ خیال ہے کہ قرآن حکیم سے جو احکام اخذ کیے گئے، جو احکام نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائے اور جو علماء حق نے فقہ مرتب کی وہ اس زمانے کی بات تھی، وہ عہد اور تھا اُس کی ضروریات مختلف تھیں اور وہ عہد بیت گیا، وہ زمانہ بیت گیا اب نیا زمانہ ہے، نئے زمانے کے لئے نئی فقہ مرتب کی جانی چاہئے۔ بظاہر تو یہ ایک چھوٹی سی بات ہے کیا فرق پڑتا ہے! قرآن وحدیث کی بات نہیں، بات تو فقہ کی ہے فقہ تو احکام اور اوامر ونواہی کا نام ہے لیکن دراصل یہ بات چھوٹی نہیں ہے۔ پرانی فقہ، اللہ کی کتاب اور حدیث پاک سے مرتب کی گئی ہے۔ پہلے قرآن نازل ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے جو اس کا مفہوم فرمایا اور اس پر جس طرح عمل کیا، وہ حدیث پاک قرار پائی، سنت قرار پائی۔ قرآن وسنت ہی احکام کو یکجا کر کے فقہ ترتیب دی گئی۔

اب اگر آپ نئی فقہ مرتب کرنا چاہتے ہیں تو کہاں سے کریں گے؟ اللہ کی کتاب اور سنت نبوی ﷺ سے تلاش کریں گے وہی پرانی فقہ، وہی احکام ملیں گے۔ ارشادات نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کو اگر آپ پرانا کہیں گے تو وہی احکام ملیں گے جو فقہ میں ہیں، بات تو مختصر سی ہے کہ نئی فقہ مرتب ہونی چاہئے لیکن نئی فقہ کی ترتیب کے لئے نئی کتاب کی ضرورت پیش آئے گی، نئی نبوت کی ضرورت پیش آئے گی لیکن اسلام کا تو بنیادی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت یوم بعثت سے لیکر قیامت تک کے لئے تمام انسانوں کے لئے یکساں ہے۔ آپ ﷺ کا اتباع سب کے لئے یکساں اہمیت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ ہر عہد، ہر دور کیلئے نبی ہیں۔ ایک ہی کلمہ رہے گا۔ لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ ﷺ اب اس میں یہ دانش لڑانا کہ نئے عہد کے لئے نئی فقہ ہو۔ نئے عہد میں کیا بات نئی ہے؟ کیا انسانوں نے انسانی غذا چھوڑ کر چارہ کھانا شروع کر دیا ہے؟ کیا نئے زمانے میں انسان روزی نہیں کماتے؟ بچے نہیں پالتے؟ کچھ بھی نہیں بدلا۔ وہی انسان ہے وہی اس کی ضروریات ہیں البتہ ضروریات کو پورا کرنے کے طریقے بدلے ہیں۔ انسان گھوڑے پر سفر کرتا تھا فقہ میں احکام موجود ہیں مسافر ہے، اُس کے پاس فرصت نہیں یا اسے ڈاکوؤں، چوروں کا ڈر ہے یا دشمنوں کا ڈر ہے، رات پڑ جانے کا اندیشہ ہے، وہ سواری پہ نماز پڑھ لے۔ اب یہ حکم صرف گھوڑے پر تو نہیں ہے۔ حکم تو سواری پر ہے۔ اس دور میں سواری بدل گئی آج آپ کے پاس گاڑی ہے تو آپ گاڑی میں پڑھ سکتے ہیں، آپ بس میں ہیں تو بس میں پڑھ سکتے ہیں، ٹرین میں ہیں تو ٹرین میں پڑھ سکتے ہیں، بلکہ اگر آپ جہاز میں ہیں، سمندری جہاز میں یا ہوائی جہاز میں تو وہاں پر بھی پڑھ سکتے ہیں

ہوائی جہاز میں نماز کی ادائیگی

یہ بات بہت عرصہ علماء کے درمیان رہی کہ ہوائی جہاز پہ نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ سمندری جہاز کا بھی رابطہ زمین سے ہے، ریل

کار، گاڑی، موٹر، جس چیز پہ بھی کوئی نماز ادا کرتا ہے، اُس کا رابطہ زمین سے ہے لیکن ہوائی جہاز کا رابطہ زمین سے نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہوا میں معلق ہوتا ہے۔ اب فقہا کی رائے ہے کہ چونکہ تحت الثریٰ سے لیکر عرش معلیٰ تک بیت اللہ ہی ہے اور اس کے انوارات عرش عظیم سے لیکر تحت الثریٰ تک جاتے ہیں لہذا اگر کوئی مجبوری ہے اور وہ ہوائی جہاز میں ہے تو بجائے قضا کرنے کے جہاز میں ہی بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے اپنی نماز کی نیت کر لے۔ پھر سواری جدھر مڑتی ہے مڑتی جائے لیکن نیت کرتے وقت رخ بیت اللہ کی طرف ہوا اور اگر کوئی ایسی جگہ ہے رخ کا پتہ نہیں چلتا تو اندازہ کر لے اور اُس پہ نیت کر لے۔

فاینما تولوا فثم وجہُ اللّٰہِ. کسی طرف بھی رخ ہو جائے تو اللہ موجود ہے۔ ہم بیت اللہ شریف کی طرف رخ کرنے کے مکلف ہیں، کوشش کریں کہ رخ قبلہ کی طرف ہو اور اگر غلط بھی ہو تو اللہ قبول فرما لے گا۔

اب اس حکم کو جدید کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ رہی ہے؟ کیا بدلا ہے اس میں! نماز کے فرائض یا اوقات بدل گئے۔ آپ کیا جدید کریں گے؟ اوقات بدل دیں گے، تعداد بدل دیں گے، رکعتیں بدل دیں گے، کیا کریں گے؟ کچھ بھی تو نہیں بدلے گا۔ اسی طرح شریعت کا اعجاز یہی ہے کہ یہ وقت کے ساتھ پرانی نہیں ہوتی۔ احکام الٰہی اور سنت محمد رسول اللہ ﷺ کا کمال یہی ہے کہ یہ قیام قیامت تک سارے زمانوں کے لئے ہے۔ انسانوں کی ضروریات نہیں بدلتیں اور اسی نے ضروریات کی تکمیل کے اصول بتائے ہیں جائز و ناجائز کے اصول بتائے ہیں وقت کے ساتھ ساتھ وسائل بدلے ہیں اُس وقت اونٹ، گھوڑا سفر کا وسیلہ تھا۔ اب گاڑی اور جہاز ہے اُس وقت آپ شمع دان جلاتے تھے، اب بجلی جلا لیتے ہیں۔ ہاتھوں سے کپڑے سیتے تھے اب مشینوں سے سی لیتے ہیں، کارخانوں سے بناتے ہیں کیا ستر عورت کے احکام بدل جائیں گے؟ بدن کا جو حصہ ڈھانپنا فرض ہے، وہ ڈھانپنا فرض ہی رہے گا؟ وہ حکم تو نہیں بدلے گا، وہ تو پرانا نہیں ہوا نہ انسان پرانا ہوا، نہ وہ حکم پرانا ہوگا۔ لباس کی قسمیں اگر بدل گئیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے تو فرمایا ہم نے آپ ﷺ پر روشن آیات، روشن دلیلیں اور واضح باتیں نازل فرمائی ہیں۔ اب اگر ان سے کوئی بھی انکار کرتا ہے، فرمایا

گناہ صغیرہ کا تسلسل بھی تباھی کا سبب بنتا ھے

وما یکفر بھا الا الفٰسِقُون. تو اس سے انکار فاسق ہی کرتے ہیں۔ یہ قرآن کریم کیا اصطلاح ہے، کتاب اللہ نے انکار کرنے والے کو فاسق کہا حالانکہ انکار کرنے والا تو کافر ہوتا ہے۔ فاسق گنہگار کو کہتے ہیں، نافرمان کو کہتے ہیں اور کافر انکار کرنے والے کو۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ فرمایا اس سے بدکار، نافرمان ہی انکار کریگا اور وہ کافر ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حکم عدولی رفتہ رفتہ کفر کی طرف لے جاتی ہے۔

علمائے حق نے گناہوں کی اقسام بیان فرمائی ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ فلاں فلاں گناہ کبیرہ ہے، فلاں فلاں گناہ صغیرہ ہے۔ اپنے جرم کے اعتبار سے کوئی صغیرہ ہو سکتا ہے، کوئی نافرمانی کم بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن ایک رخ اس بات کا اور بھی ہے۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ نافرمانی کس کی ہے نافرمانی تو نافرمانی ہے، گناہ تو گناہ ہے، جرم تو جرم ہے اگر آپ کسی کشتی میں دس بیس من کا پتھر ڈال دیتے ہیں وہ اسے لے کے ڈوب جاتا ہے تو فرق یہ ہوگا کہ وہ جو آپ نے بہت بڑا پتھر ڈالا وہ اُسے فوراً لے ڈوبا۔ لیکن اگر آپ اس میں ایک ایک کنکر رکھتے جاتے ہیں تو ایک دن اُن کی مقدار بھی اتنی ہی بن جائے گی کہ وہ کشتی

کو ڈبو دے گی۔ بظاہر اُس کنکر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ آپ چھوٹے چھوٹے کنکر اُس میں رکھتے رہتے ہیں، پانچ سات روز رکھ دیتے ہیں، تھوڑا سا لگ جائے گا لیکن نتیجہ ایک ہی ہوگا صغیر اور کبیرہ میں فرق یہ کہ گناہ کبیرہ فوراً کشتی ڈبونے کا سبب بنتا ہے جبکہ گناہ صغیرہ کا تسلسل بھی غرق کرنے میں پیچھے نہیں رہتا۔

قرآن حکیم نے یہاں کفر کی وجہ نافرمانی کو اور عدم اطاعت کو قرار دیا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بندہ جب غلطی کرتا ہے گناہ کرتا ہے، لیکن اُسے احساس ہو جائے اور وہ توبہ کر لے تو اللہ غفور الرحیم ہے لیکن توبہ نہ کرے اور مسلسل گناہ کرتا جائے تو ہر گناہ ایک ظلمت پیدا کرتا جاتا ہے۔ دل پر سیاہی بڑھتی جاتی ہے اور یہ عمل مسلسل رہے تو نتیجہ کفر تک جا پہنچتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ گناہ کرنے سے وظائف اذکار و معمولات میں کمی آ جاتی ہے۔ بندہ توبہ نہ کرے تو نوافل چھوٹنے لگتے ہیں۔ اس پر بھی توبہ نہ کرے تو سنتوں سے محروم ہونے لگتا ہے۔ اس پر بھی توبہ نہ کرے، اُسے احساس نہ ہو تو فرائض سے بیگانہ ہو جاتا ہے، فرائض چھوٹ جاتے ہیں، اس پر بھی اسے احساس نہ ہو تو زندگی کے دوسرے کاموں میں بھی نافرمانیاں داخل ہونے لگتی ہیں، رزق سے حلال حرام کی پروا اٹھ جاتی ہے، کام کرنے میں جائز و ناجائز کی تمیز اٹھ جاتی ہے غرض یہ کہ ہر گناہ ایک وزن ہے جو اس کی ٹانگ سے بندھ جاتا ہے اور اُسے غرق کرتا چلا جاتا ہے۔ اگر کسی لمحے بھی اللہ توفیق دے دے اور احساس پیدا ہو جائے، خلوص دل سے توبہ کر لے تو ایک توبہ ساری مصیبتوں کا واحد حل ہے۔

ارشاد عالی ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ اوکما قال رسول اللہ ﷺ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ لیکن یاد رکھیں یہ احساس بھی اس کی عطا ہے۔ کوئی عمل اسے منظور ہو جائے، کوئی چھوٹی سی نیکی اسے پسند آ جائے، کوئی جملہ ایسا منہ سے نکل جائے جو اس کی بارگاہ میں شرف قبولیت پا لے تو وہ توبہ کی توفیق ارزاں کر دیتا ہے۔ ہر آدمی کو اپنے آپ کو تلاش کرتے رہنا چاہیے کہ میں کہاں ہوں۔ کیا میں حصول رزق میں حلال وحرام کا فرق دیکھ رہا ہوں؟ کیا اللہ کی عبادات کی توفیق ہے اور سجدہ ریز ہو رہا ہوں؟ کیا بات کرنے میں حدود شرعی، سچ اور جھوٹ کا لحاظ رکھتا ہوں اپنے آپ کو تلاش کرتے رہنا چاہیے۔ ایک قول ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ، جس نے اپنے آپ کو تلاش کیا اس نے اپنے پروردگار کو تلاش کر لیا۔ جو بندہ اپنے آپ کو تلاش کر لے کہ میں کہاں ہوں اور میں کیا کر رہا ہوں، اور روزانہ اپنا محاسبہ کرتا رہے، اپنے آپ کو اصلاح پہ لے آئے تو اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔ فرمایا قرآن حکیم جو نازل ہوا اس میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس کے لئے بڑا دانشور ہونا ضروری ہے اس لے کہ یہ تو عام آدمی کے لئے ہر ایک کے لئے ہے، اس کی باتیں بڑی کھلی کھلی ہیں، ہر آدمی کے لئے ہیں، پڑھے ہوؤں کے لئے ہیں، ان پڑھوں کے لئے بھی یہی ہیں، دکانداروں کے لئے بھی یہی ہیں اور خریداروں کے لئے بھی یہی ہیں، حکمرانوں کے لئے بھی یہی ہیں، اور رعیت کے لئے بھی یہی ہیں اور اس میں سب کے لئے بڑی واضح اور کھلی باتیں ہیں ایسی نہیں جو کسی کی سمجھ میں نہ آئیں۔ پھر اس کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا

گناہوں کے سبب دلوں کی سیاہی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ نور ایمان نصیب نہیں ہوتا اور پھر کردار یہ ہو جاتا ہے۔ اوکلما عٰھدوا عھداً نبذہ فریق منھم. جب بھی کوئی معاہدہ کرتے ہیں، اللہ سے وعدہ کرتے ہیں اللہ کے نبی سے وعدہ کرتے ہیں تو اُسے توڑ دیتے ہیں۔ کلمے کی تکرار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کیا یہ وعدہ نہیں

ہے؟ ہم جب بھی کلمہ پڑھتے ہیں تو کیا یہ ایک تجدید عہد نہیں ہے؟ ہم جب بھی اذان کہتے ہیں' اذان سنتے ہیں تو کیا یہ تجدید عہد نہیں ہے؟ موذن ہی یہاں سے شروع کرتا ہے'اللہ اکبر سے اور ختم کرتا ہے لا الا الااللہ پر۔ بڑائی صرف اللہ کے لئے' اُس کے سوا کوئی معبود نہیں' درمیان میں ہے کہ آجاؤ اللہ کی اطاعت کی طرف اُس کی بڑائی پہ گواہی دیتا ہے اُس کی وحدانیت پہ گواہی دیتا ہے' محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پہ گواہی دیتا ہے۔ ہم سن کر آمین کہتے ہیں دعا پڑھتے ہیں یا کلمہ پڑھتے ہیں۔ کیا یہ عہد نہیں ہے؟ یہ سارا کچھ کرنے کے بعد ہم عمل کتنا کرتے ہیں؟ یہی بات یہاں دہرائی جارہی ہے' فرمایا۔

اَو کلما عٰھدوا عھداً نبذہ' فریق منھم. جب بھی کوئی وعدہ کرتے ہیں ان میں سے آدھے اُسی وقت وعدہ توڑ دیتے ہیں **بل اکثرُ ھُم لا یؤمنُون** ۔ یہ صرف وعدہ نہیں توڑتے بلکہ ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جن کا ایمان ہی نہیں۔ دنیا داری کے لئے دنیا کو نبھانے کے لئے وعدہ کر لیتے ہیں اور جب دنیا کی بات ختم ہو جاتی ہے تو دل میں نور ایمان تو ہوتا نہیں دنیاوی فائدے کے لئے سب کچھ کرتے ہیں۔

ولما جاء ھُم رسول' من عندِ اللہ مصدق لما معھُم نبذ فریق' من الذین اوتوا الکِتبَ۔ جب یہ یہود کہتے ہیں ہم اپنی کتاب کو مانتے ہیں تو جب اللہ کا ایسا نبی آتا ہے جس کی کتاب نے تصدیق کی ہے تو انکار کیوں کرتے ہیں؟ یہ آپ ﷺ کو نہ مان کر اپنی کتاب کا بھی انکار کر رہے ہیں کہ اُس نے تو واضح طور پر آپ ﷺ کی بعثت عالی کی نوید اور خبر سنائی۔ تو جب اللہ کا ایسا رسول مبعوث ہوا ہے۔ **مصدق' لما معھُم.** اُن حقائق کی بھی تصدیق کرتا ہے جو پہلے ان کے پاس ہیں **نبذ فریق' من الذین اوتوا لکتب .** تو وہ لوگ جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایسی جماعتیں کھڑی ہو جاتی ہیں جو انکار کر دیتی ہیں۔

فرمایا۔ **کِتبَ اللہ ورآء ظھور ھُم کانھُم لا یعلمون.** اللہ کی کتاب کو اس طرح پس پشت ڈال دیتے ہیں جیسے وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔ اللہ کریم نے فاسقین کے بارے میں ارشاد فرمایا' گناہ اور نافرمانی کرنے والے جن گناہوں اور نافرمانی کی وجہ سے بڑھتے بڑھتے اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ اللہ کی کتاب کا بھی انکار بھی کر بیٹھتے ہیں اور جس کو زبانی مانتے ہیں عملاً اسی کا انکار کر رہے ہوتے ہیں۔ اب یہ یہود اپنی کتاب کو تو مانتے تھے لیکن فرمایا' ان کا عمل یہ ہے کہ گویا کتاب الٰہی کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا اور اسی طرح پس پشت ڈالتے رہے۔ **کانھُم لا یعلمُون.** جیسے انہیں تو اس بات کی کوئی خبر ہی نہیں جب نوبت یہاں تک پہنچتی ہے تو گمراہی اپنا رنگ دکھاتی ہے اور مزید گہری ہو جاتی ہے۔

اطلاع

آڈیو کیسٹس ....ویڈیو سی ڈیز

لاہور سے آڈیو کیسٹس اور ویڈیو سی ڈیز کی ڈاک کے ذریعے سے سپلائی کا باقاعدہ آغاز ہو گیا ہے۔ احباب منی آرڈر یا کسی دوسرے طریقہ سے رقم بھجوا کر اپنی ضرورت کے مطابق آڈیو کیسٹس یا وڈیو سی ڈیز منگوا سکتے ہیں۔ اگر احباب کو آڈیو کیسٹس یا وڈیو سی ڈیز کے متعلق کوئی شکایات ہوں یا تجاویز بھجوانا چاہیں تو وہ بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

رحمت اللہ ملک۔ 6۔ مزنگ روڈ لاہور

فون نمبر 042-7310974-5

موبائل 0333-4363022

قلب

''ہم سب کو اپنے اپنے دلوں کا جائزہ لینا چاہیے' اپنے اپنے سینوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ کہیں میرے مقصد میں کوئی کھوٹ تو نہیں' کہیں میرے کلمے میں کوئی دھوکا تو نہیں ہے' کہیں میرے ارادوں میں جھوٹ تو شامل نہیں ہے کم از کم خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے ساتھ تو انسان کھرا رہے غلطی ہو جائے' گناہ ہو جائے' گناہ کو گناہ تو سمجھے' غلطی کو غلطی تو سمجھے اور یہ کہتا رہے کہ اللہ تو برحق ہے' تیرے نبی ﷺ نے جو فرمایا وہ حق ہے' جو میں کر رہا ہوں' یہ غلط ہے کم از کم یہ تو ہوا اگر یہ بھی نہ رہے تو پھر اس کا کام تمام ہوا۔''

ماخوذ از ''تعلیمات و برکات نبوت ﷺ''

38

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

یو۔کے ہوزری پل کوریاں' سمندری روڈ فیصل آباد فون
041-2664028
041-2665971

المرشد سے انتخاب — دانائی کیا ہے؟

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 07-01-2005

الحمد للّٰہ رب العٰلمین.

والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمدٍ والہٖ واصحابہٖ اجمعین.

اعوذُ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم.

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمo

افمن یعلَمُ انما اُنزل الیک من ربکَ الحق کمن ھوا اعمیٰ. انما یتذکر اولو الالبابo

الذینَ یو فونَ بعھدِ اللّٰہ ولا ینقُضُونَ المیثاقo والذینَ یصلون ما امر اللّٰہُ بہٖ ان یوصل ویخشونَ ربھُم ویخافون سُو ءَ الحِسابo والذین صبرو ابتغاءَ وجہِ ربھِم واَقاموا الصلوۃَ وانفقُوا مما رزقنَھُم سِراً وعلانیۃً ویدرئُونَ بالحسنتہِ السیئتۃَ اولٰئِکَ لھُم عُقبی الدارِo جنت عدنٍ یدخلونھا ومن صلح من ابائِھم وازواجِھم وذریتِھم والملٰئکتہُ یدخلُونَ علیھم من کل بابٍo سلٰم علیکُم بما صبرتُم فنعم عُقبی الدارo

اللھُم سبحٰنک لاعلملنا الا ماعلمتنا انک انت العلیمُ الحکیم o

مــولای صـــل وســلـــم دائــمـــا ابـــداً
عـلـــی حبیبک مـــن ذانـــت بـــہٖ الـعُـصُـرواُ

قرآن حکیم کے نزدیک بصارت یہ ہے کہ انسان حق کو پہچانے اور جولوگ حق کونہیں پہچانتے قرآن حکیم کے نزدیک وہ اندھے ہیں یعنی انہوں نے بصارت کا استعمال نہیں کیا یا اپنی بداعمالی کی وجہ سے بصارت کھو چکے ہیں۔ جس طرح ظاہری آنکھ بدپرہیزیوں یا بعض حادثات کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہے یا نظر کھو بیٹھتی ہے اُسی طرح بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جو دل کو اندھا کر دیتے ہیں اور حق کی پہچان ختم ہو جاتی ہے تو ارشاد فرمایا۔

فمن یعلمُ انما اُنزل الیکَ من ربکَ الحقُ. وہ لوگ جو یہ یقین رکھتے ہیں جو یہ جانتے ہیں جنہیں اس بات پہ اعتماد ہے کہ آپ ﷺ پر جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوا وہ حق ہے وہ اُن جیسے نہیں ہو سکتے جو اندھے ہوں۔ جنہیں یہ یقین نہ ہو جنہوں نے حق کو نہ پہچانا ہو انہوں نے گویا بصارت کھودی۔

انمـا یتذکرو اُولوا الالباب. اور یہ یقینی بات ہے کہ صاحبِ خرد ہی، سمجھدار لوگ ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ اللہ کریم کے نزدیک اور قرآن حکیم کے مطابق سمجھدار لوگ کون ہیں؟ سب سے پہلی بات سمجھدار لوگ وہ ہیں۔

الذین یوفون بعھد اللّٰہ ولا ینقُضُونَ المیثاق. سمجھدار لوگ وہ ہیں جو اللہ سے کیا گیا وعدہ پورا کرتے ہیں اور اپنے عہد کو توڑتے نہیں۔ جس طرح روئے زمین پر آنے سے پہلے عالم خلق میں آنے سے پہلی ارواح سے وعدہ لیا گیا۔

الستُ بربکُم. کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ قالوا

بلیٰ. سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔ پھر اگر دنیا میں کسی کو نورِ ایمان نصیب ہوتا ہے تو اُس وعدے کی تجدید ہے کہ وہ اللہ کو اپنا رب اپنا پروردگار مانتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ اللہ کریم نے جو عہد ارواح سے لیا اُس میں بھی یہ ارشاد فرمایا۔ الستُ بربکم۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں یہ نہیں فرمایا کہ میری الوہیت کا اقرار کرو، مجھے اللہ مانو، مطالبہ یہ تھا کہ کیا تم مجھے رب مانتے ہو۔ رب وہ ہستی ہے جو ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت ہر حال میں ہر وقت ہر جگہ پوری فرماتی ہے اور انسان کے بھٹکنے کا سب سے بڑا سبب جو ہوتا ہے گمراہی کا سب سے بڑا سبب جو ہوتا ہے وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اپنی دنیا کی ضروریات کے لئے کبھی دولت کے ہوس میں کبھی اقتدار کے لالچ میں کبھی زندگی باقی رکھنے کیلئے چھوٹی موٹی ضروریات میں بھی اُس کا پاؤں پھسل جاتا ہے وہ اللہ کا فرمان چھوڑ دیتا ہے اور اُس کے خلاف کر کے فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس سب کا علاج یہ ہے کہ اسے اللہ کی ربوبیت پر یقین ہو کہ میرا ایک مالک ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے جس کی دی ہوئی قوت میرے ہر سانس میں موجود ہے جس کی دی ہوئی نعمتوں سے میں دیکھتا ہوں سنتا ہوں میں اُس کی مخلوق ہوں وہ میرا خالق ہے اور میرے ساتھ موجود ہے وہ میری ضروریات سے واقف ہے اُس نے تکمیل ضروریات کے جائز وسائل ارشاد فرمائے ہیں، قوت دی ہے، عقل و خرد عطا فرمائی ہے، علم عطا فرمایا ہے اور جائز طریقے سے رزق حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب اگر کوئی جائز طریقے سے محنت مشقت کر کے اپنی روزی حاصل کرتا ہے اور اللہ کے احکام کو اور حدودِ الٰہی کو نہیں توڑتا تو وہ تو اپنے وعدے پہ قائم ہے لیکن جو چند لقموں کے لئے اللہ کی حدود کو توڑ دیتا ہے اور محض حصول رزق کے لئے حرام اور ناجائز وسائل اختیار کرتا ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہ بے وقوف بھی ہے اندھا بھی ہے اور اللہ سے کیا ہوا وعدہ بھی توڑ رہا ہے۔

صاحبِ خرد وہی ہیں جو اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو توڑتے نہیں۔

والذینَ یصلُونَ ما امر اللہ بہٖ ان یوصل. اور جن چیزوں کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُن کو جوڑتے ہیں۔ جن رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے جن احکام کو مکمل کرنے کا حکم دیا ہے جس طریقے سے زندگی کرنے کا حکم دیا ہے اُسی طرح سے زندگی کرتے ہیں اور اس کے باوجود اپنے اللہ سے اُس کی ناراضگی سے ڈرتے بھی ہیں اس لئے کہ ہماری عبادتیں اور ہماری نیکیاں جو ہم کرتے ہیں وہ بھی اس قابل نہیں ہوتیں جتنی بالا اور بلند اور عالی اُس کی بارگاہ ہے۔ ہر کام کا ایک معیار ہوتا ہے اور ہم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ بے شمار چیزیں بنتی ہیں لباس بھی بنتے ہیں جوتے بھی بنتے ہیں سواریاں بھی بنتی ہیں گاڑیاں بھی بنتی ہیں اسلحے بھی بنتے ہیں بے شمار چیزیں بنتی ہیں لیکن کیا وہ ساری چیزیں بادشاہ کو پیش کرنے کے قابل ہوتی ہیں؟ اگر کوئی مٹی کا ایک گھڑا بھی بناتا ہے اور اُسے بادشاہ کو پیش کرنا ہو تو وہ ویسا نہیں ہوگا جیسا عام آدمی کو بنا کر دیتا ہے۔ دنیوی بادشاہ کے لئے اگر ایسی چیز ہم منتخب کرتے ہیں جیسی کسی عام آدمی کی رسائی میں نہ ہو تو جو چیز بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنی ہے وہ کیسی ہونی چاہئے! اس لئے فرمایا دانا تر وہ لوگ ہیں جو عبادت بھی کرتے ہیں رزق حلال بھی کماتے ہیں ایمان بھی رکھتے ہیں اور پوری کوشش کرتے ہیں کہ اللہ سے جو میثاق ہے وہ قائم رہے اور اُسے نہ توڑیں۔ اس کے باوجود اس بات سے ڈرتے ہیں کہ میری نیکیاں میرے اعمال میری عبادتیں میرے سجدے بھی شاید اس قابل نہیں ہیں کہ اُس کی عالی بارگاہ میں پیش کئے جائیں چہ جائیکہ بندہ ہو کر اُس کے احکام کو ترک ہی کر دے۔ ہم ایک روزمرہ کی روٹین سمجھتے ہیں کہ

پانچ نمازیں ادا کر لیں کبھی بھاگتے دوڑتے کبھی اٹھتے بیٹھتے کبھی جیسے خیال آیا کبھی رہ گئیں اور مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہے جو اس کا تکلف بھی نہیں کرتی لیکن آپ ہی سوچیے کہ جن امور کو اللہ کریم نے لازمی قرار دے دیا ہے جن کے بغیر چارہ ہی نہیں اگر کوئی شخص اُن پر بھی عمل نہیں کرتا تو دوسرے امور پر عمل کی توفیق اُسے کیسے ہوگی! یا کرتا ہے تو کما حقہٗ نہیں کرتا چونکہ عبادت کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں ایک تو یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہو دوسرا یہ ہے کہ طریقہ وہ ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا یا سکھایا یا اختیار کیا۔ ہم اگر اپنی روزمرہ کی زندگی کا تجزیہ کریں تو ایسی رسومات جو ہم نے خود ایجاد کر لی ہیں، جن کا حکم اللہ نے نہیں دیا جو نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں اور ہم نے خود وضع کر لی ہیں اُن پر پوری پابندی اور پورے اہتمام سے عمل ہوتا ہے وہ خواہ شادی بیاہ کے معاملے میں ہوں یا کسی کی موت پر ہوں۔ یعنی جو چیزیں از خود ہم نے گھڑ لی ہیں اُن پر ہم پورا زور لگا دیتے ہیں کہ اس پر عمل کیا جائے اور پوری طاقت سے کیا جائے!

حکومت کے امور بھی اپنے ہوتے ہیں اور اُس کے مشورے دینے والے لوگ بھی۔ اب کیسی عجیب بات ہے کہ حکومت نے بھی شادی کی دعوت پر پابندی لگائی، سپریم کورٹ نے بھی شادی کی دعوت پہ پابندی لگا دی، حالانکہ شادی کی دعوت اپنی حیثیت کے مطابق بطور ولیمہ بچے والوں کے لئے کرنا تو سنت ہے بچی والوں کے لئے دعوت کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی باہر سے دُور سے مہمان آ گئے ہیں تو کھانا تو وہ کھائیں گے لیکن اُسے کسی دھوم دھڑ لے کی بڑی دعوت بنانے کی ضرورت نہیں ہے اور بچے والوں کے لئے ولیمہ کرنا سنت ہے۔ غالباً میں نے پڑھا تو نہیں لیکن میں سمجھتا یہ ہوں کہ سپریم کورٹ کے حکم میں بھی اُس کی اجازت تو ہوگی کہ ولیمہ اپنی حیثیت کے مطابق کوئی کر سکے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جو مر جاتا ہے یتیم بچے چھوڑ جاتا ہے اُس کی میراث جب تک ورثاء میں اور اُن بچوں میں تقسیم نہ ہو جائے تب تک اُس کی میراث سے خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ شادی سے بڑی دعوت مرنے پہ ہوتی ہے اور اُس پہ کوئی پابندی بھی نہیں ہے اور وہ ہم نے ایجاد کر لی ہے۔ ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک مریض دوائی کے لئے تڑپتا رہتا ہے اُسے دس، پندرہ، بیس، پچاس، سو روپے کی دوائی لا کر کوئی نہیں دیتا لیکن جب وہ مر جاتا ہے تو پھر دیگیں پکنا شروع ہو جاتی ہیں اور ہزاروں روپے خرچ ہو جاتے ہیں وہی بندہ زندہ تڑپ رہا ہوتا ہے تو اُس پر دس روپے خرچ کرنے کو کوئی نہیں تیار ہوتا کہ اُس کا علاج معالجہ ہو سکے اور اس طرف شاید حکومت کی توجہ بھی نہیں گئی چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے ساتھ یہ قانون بھی بنا دیا جاتا کہ مرنے والے کے گھر سے بھی کھانا نہ کھایا جائے۔ لیکن وہ چونکہ ہم نے خود ایجاد کر لیا ہے، شرعاً تو یہ ہے کہ تین دن تک رشتہ دار اور دوست احباب مہمانوں کو کھانا دیں، دعوتیں نہ کریں لیکن جو دور سے مہمان آئے ہیں یا خود اُس کے جو بچے یا اہل خانہ رہ گئے ہیں اُن کے کھانے کا انتظام کریں اور اگر بچے یتیم ہی رہ گئے ہیں تو اُن کی میراث سے تو کھانا کسی طور پر جائز نہیں۔ اگر بڑے بھی ہیں تو جب تک وہ میراث تقسیم نہیں ہوتی ہر ایک کو اپنا حصہ نہیں ملتا پھر کوئی اپنے حصے سے خرچ کرتا ہے تو کرے لیکن کوئی نہیں پوچھتا اس لئے نہیں پوچھتے ہم کہ یہ رسمیں ہم نے بنائی ہیں اور جو ہم نے بنائی ہیں اُن پر ہم حرف نہیں آنے دیتے۔ امارت ہو غریبی ہو گھر میں کوئی چیز نہ بھی ہو تو بھی اُدھار مانگیں کچھ رہن رکھیں اُس کا اہتمام ہم کرتے ہیں جو ہم نے بنائی ہیں لیکن جو اللہ کا حکم ہے اور جو احکام ہیں شریعت کے اور جو فرائض ہیں اُن کے لئے ہمارے پاس فرصت ہی نہیں ہوتی۔ تو فرمایا یہی بے وقوفی ہے کہ اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو نہ نبھایا جائے عقل مند وہ لوگ ہیں جو اُس عہد کو

نبھاتے ہیں اور جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو کرتے ہیں اور کرنے کے بعد بھی اپنی حیثیت اور اپنے کام کرنے کے طریقے کو دیکھ کر وہ اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں شاید یہ قبول بھی ہوتا ہے کہ نہیں اس قابل ہے بھی کہ نہیں۔

ویخافون سوءَ الحساب. اور اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ جس طرح کا سخت حساب نہ ماننے والوں کا ہوگا کہیں ماننے کے بعد بھی میرے یہ ٹوٹے پھوٹے اعمال اکارت چلے جائیں اور میں اُس طرح نہ پکڑا جاؤں جس طرح نہ ماننے والے پکڑے جائیں گے اور کتنا بدنصیب ہوگا وہ شخص کہ جو دعویٰ ایمان کے ساتھ وظیفے چلے اور پتہ نہیں کیا کیا کرتا رہا اور محنتیں اور مجاہدے کرتا رہا لیکن وہ خلافِ سنت ہوں قابل قبول نہ ہوں چونکہ کوئی بھی عمل جو سنت کے خلاف ہے اُس میں صلاحیت اور بہتری نہیں ہے نہ وہ اللہ کے نزدیک قبول ہوگا نہ وہ قابل قبول ہے۔

والذین صبروا ابتغاء وجہِ ربھُم. فرمایا وہ لوگ جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر اختیار کرتے ہیں۔ صبر کا معنیٰ عربی لغت میں ہے رُک جانا جیسے گھوڑے کو باگ کھینچ کر روک لیا جائے ایسے عمل کو صبر کہتے ہیں۔ اور سب سے بڑا صبر یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے رُک جائے۔ بھوکا ہے اور کھانے کو حرام ملتا ہے تو حرام نہ کھائے بھوک برداشت کر لے، گناہ کر سکتا ہے گناہ کا موقع ہے لیکن اللہ کے حکم کو یاد کر کے اپنے آپ کو گناہ سے روک لے۔ اسی طرح صبر کا مفہوم یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ رضائے الٰہی کی خاطر دنیوی مفادات چھوڑنے پڑتے ہیں چونکہ اُن میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے جیسے رشوت ہے اب کروڑوں کی مل رہی ہے لیکن اللہ کریم کی نافرمانی ہے تو وہ چھوڑ دیتا ہے اپنی غربت پہ قانع رہتا ہے قناعت کرتا ہے اُس پہ گزارا کرتا ہے لیکن وہ کروڑوں کے مفادات اس لئے نہیں لیتا کہ جو چیز جائز نہیں ہے یا اللہ کی نافرمانی ہے وہ نہ کروں تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ سیدھے راستوں پر رہنے والوں کو تکالیف دنیوی برداشت کرنا پڑتی ہیں جبکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شاید عبادتیں کرنے سے دنیوی مسائل جو ہیں وہ آسان ہو جائیں گے بلکہ بعض احباب بڑی باقاعدگی سے لکھتے ہیں جی میں ذکر بھی کرتا ہوں، نمازیں بھی باقاعدگی سے پڑھتا ہوں میری دکان نہیں چلتی اب دکان کا چلنا ایک اور کام ہے توفیق عبادت ایک اور کام ہے اگر دکان نہیں چلتی تو ممکن ہے آپ کا دکان چلانے کا طریقہ صحیح نہ ہو! ایک اصول ہوتا ہے خریدنے اور بیچنے کا وہ چیزیں بکتی ہیں جن کی لوگوں کو ضرورت ہو۔ اب اگر کوئی ایسی چیزوں سے دکان بھر لے کہ جس جگہ اُس کی دکان ہے وہاں کے لوگوں کو اُن چیزوں کی ضرورت ہی نہ ہو تو وہ بکیں گی کیسے؟ اب وہ نمازوں کے زور پہ تو نہیں بکیں گی، ہوسکتا ہے کاروبار میں جو کمی آرہی ہے اُس میں کوئی ہماری کوتاہی ہو، ہم اُس میں کوئی غلط طریقہ کر رہے ہوں اسی طرح ملازمت میں انہی لوگوں کو اچھا سمجھا جاتا ہے جو اپنا کام ڈٹ کر کرتے ہیں۔ اب ایک آدمی کام نہیں کرتا اور صرف نمازیں پڑھے جا رہا ہے تو اُس کی نمازوں پہ تو ملازمت میں ترقی نہیں ملے گی بلکہ نماز روزہ کرنے والے اور دین دار آدمی کو تو دوسرے بے نماز سے زیادہ کام کرنا چاہئے اور زیادہ اُس سے بہتر نظر آنا چاہئے زیادہ دیانتداری ثابت کرنی چاہئے۔ اب دوسرے امور میں جو آدمی اللہ کا نافرمان ہے اور ایک اللہ کا فرماں بردار ہے تو واضح فرق ہونا چاہئے دونوں میں لیکن ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم دیکھیں تو ہمارے بازار حاجیوں سے بھرے ہوئے ہیں، اکثر دکاندار اکثر خرید و فروخت کرنے والے لوگ حاجی ہیں لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ کسی ایک پر بھی اعتبار کرنے کو دل نہیں چاہتا کیا عجیب بات ہے کہ ہم نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں حج بھی کرتے ہیں تسبیح بھی ہاتھ میں رکھتے ہیں اللہ اللہ

بھی کرتے ہیں اور لین دین میں ہم پہ اعتبار نہیں کیا جا سکتا تو فرمایا اس میں تو

والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل. اللہ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں جوڑتے ہیں جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا ہے وہ کرتے ہیں اور پھر بھی لرزاں وترساں رہتے ہیں کہ اللہ قبول فرمالے اور کہیں سخت حساب کی زد میں نہ آ جائیں اور پھر اللہ کی رضا کے لئے صبر کرتے ہیں تکلیفیں برداشت کرتے ہیں ناجائز منافع یا ناجائز آمدن کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اقاموا الصلوۃ. اللہ کی عبادت پہ قائم ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں ''صلوۃ'' مخصوص ہو گیا ہے لفظ نماز کے لئے اور نماز بجائے خود بھی ایک نامناسب سا لفظ ہے جسے ہم نے عبادت پہ لگا دیا ہے چونکہ غلط العام ہو چکا ہے تو غلط العام جو ہو جاتا ہے وہ بھی قابل قبول ہوتا ہے ہر کوئی اُس لفظ سے وہ معنی سمجھتا ہے۔ صلوۃ کا معنی صرف نماز نہیں ہے' صلوۃ آدمی کی پوری زندگی شب وروز کا نام ہے۔ رزقِ حلال کماتا ہے تو عبادت کر رہا ہے اُس میں حرام شامل کرتا ہے تو عبادت سے خارج ہو گیا' سچی بات کرتا ہوں تو عبادت کر رہا ہے صلوۃ ہے اس میں جھوٹ شامل کرتا ہے تو صلوۃ سے خارج ہو گیا' تعلقات میں جنگ اور صلح میں خرید و فروخت میں اخلاقیات میں معاملات میں جہاں جہاں اللہ کی اطاعت ہو گی اور خلوص اور ایمان کے ساتھ ہو گی وہ سب صلوۃ شمار ہو گی' اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ اپنی پوری کوشش کرتے تھے اطاعت الٰہی پہ کاربند رہنے کی تو اُن کے لئے قرآن حکیم نے فرمایا

.تراھم رکعاً سجداً. توانہیں جب بھی دیکھے گا وہ رکوع اور سجود میں ہوں گے انہوں نے دنیوی کام بھی کئے کھیتی باڑی بھی کی مزدوری بھی کی ملازمتیں بھی کیں تجارت بھی کی اور جہاد بھی کئے ایک عالم کو فتح کر لیا لیکن اُن کے ہر کام کو رکوع اور سجود قرار دیا قرآن کریم نے۔ اس لئے کہ جو کام بھی وہ کرتے تھے نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق ہوتا تھا اور اللہ کی رضا کے لئے ہوتا تھا تو جو کام اللہ کی رضا کے لئے ہو گا اور نبی علیہ الصلوۃ السلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو گا وہی صلوۃ ہو گا وہی رکوع وسجود ہے تو وہ اس خلوص سے کرتے تھے کہ رکوع اور سجود عبادت کا بھی حاصل ہے انتہائی کمال ہے عبادت کا رکوع اور سجود! تو وہ جو کام بھی کرتے تھے اس خلوص سے اور اس پابندی سے کرتے تھے کہ وہ رکوع اور سجود شمار ہوتا تو فرمایا جو اللہ کی رضا کے طالب ہوتے ہیں اگر اُن پر سختی بھی آ جائے مشکلات بھی آ جائیں تو صبر کرتے ہیں۔ مشکلات سے یا سختی سے بھاگ کر اللہ کے در کو چھوڑ نہیں دیتے۔ اقاموا الصلوۃ۔ اللہ کی اطاعت پہ کاربند رہتے ہیں۔ وانفقوا مما رزقنھم سرا وعلانیۃً. جو چیزیں اللہ نے انہیں عطا کی ہیں جو کمال اللہ نے انہیں دیے ہیں وہ کمال علمی ہیں وہ کمال قوت کے اعتبار سے ہیں وہ کمال اقتدار کے اعتبار سے ہیں وہ کمال دولت کے اعتبار سے ہیں' جو نعمتیں اللہ نے انہیں دی ہیں انہیں اللہ کے حکم کے مطابق صرف کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ میرے پاس امانت ہے کہ کسی کی دی ہوئی چیز ہے ایک آدمی بڑا شہ زور ہے ہم دیکھتے ہیں لیکن اگر وہ اپنی طاقت کو خلاف حق استعمال کرے تو ایک دفعہ وہی آدمی ہمیں دیواریں پکڑ کر چلتا ہوا یا لاٹھی پکڑ کر چلتا ہوا نظر آتا ہے اُس کی اپنی طاقت ہوتی ہے تو اُس کے پاس رہتی' کسی کی دی ہوئی تھی اُس نے لے لی۔ اس طرح دولت مند فقیر ہو سکتا ہے اسی طرح بہت بڑا جاننے والا سائنٹسٹ ہو یا مورخ ہو یا عالم ہو ایک وقت میں اُس کا دماغ اُس کا ساتھ چھوڑ سکتا ہے اُس کی یادداشت ختم ہو سکتی ہے تو جو نعمت بھی کسی کے پاس ہے وہ اللہ کی دی ہوئی ہے اور جب تک اُس کے پاس ہوتی ہے اُسے اللہ

کے بتائے ہوئے راستے پرخرچ کرتے ہیں دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اُس سے۔خفیہ بھی علی الاعلان بھی ویدرء ُونَ بالحسنتہِ السیئتہَ اور بُرائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔بُرائی یہ ہے کہ کوئی کسی سے ایسا سلوک کرے جس کا کرنا اُس کے لئے جائز نہیں ہے اور بھلائی یہ ہے جواب میں ویسا سلوک کیا جائے جس کی شریعت اجازت دیتی ہے۔تو اللہ کے بندے یا دانا بندے یا جنہیں سمجھ ہے یا جن کی بصارت سلامت ہے جن کی نظر سلامت ہے اُن کے ساتھ اگر اگلا خلافِ شریعت سلوک کرتا ہے تو وہ شریعت کی حدود نہیں پھلانگتے اُس کا جواب اُس حد میں دیتے ہیں جو شریعت نے مقرر کر دی ہے۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم دس آدمیوں کو دیکھیں کہ وہ خلاف شریعت کر رہے ہیں تو ہم بھی خلاف شریعت کریں اور عجیب بات ہے دنیوی معاملات میں ایسا کوئی نہیں کرتا۔اگر دس بندے سڑک پر کھڑے ہیں وہ اپنا لباس پھاڑ دیتے ہیں تو گیارہواں اگر دانش مند ہے تو وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ دس بندوں نے لباس پھاڑ دیا ہے میں بھی پھاڑ دوں بلکہ انہیں بھی سمجھانے کی کوشش کرے گا کہ یہ کیا جہالت ہے یا بے وقوفی کر رہے ہیں۔دس بندے اگر اپنے گھر کو آگ لگا دیتے ہیں تو کیا گیارہواں یہ دیکھ کر کہ دس نے آگ لگا دی وہ لگا دے گا۔وہ تو اُن کو بھی روکنے جائے گا کہ کیا بے وقوفی ہے۔ دین کے معاملے میں جب ہم آتے ہیں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے لوگ جب نمازیں نہیں پڑھتے تو میں ایک کیا پڑھوں گا یا سارے لوگ رشوت لیتے ہیں میں نے لے لی تو کیا حرج ہے۔ بات سارے لوگوں کی نہیں ہوتی بات ہر ایک کی اپنی ہے اور اگر ساری دنیا بھی اللہ کی اطاعت چھوڑ دے تو اللہ کی شان میں کیا فرق آ جائے گا۔اور اگر کوئی ایک فرد بھی رہ جائے اور اُسے اطاعت الٰہی نصیب ہو تو اُسے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اتنے گمراہ لوگوں میں اللہ نے اُسے اطاعت کی توفیق عطا کر دی وہ اپنی اطاعت پہ قائم رہے اُن لوگوں کو دیکھ کر خود اطاعت سے گمراہ نہ ہو جائے بلکہ جسے اللہ ایمان نصیب کرے اُسے تو مثال بننا چاہئے۔نہ کہ بُرائی میں دوسروں کی تقلید کرے۔فرمایا اللہ کے بندے وہ ہوتے ہیں۔ ویدرء ُون بالحسنتہِ السیتہَ. بُرائی کو نیکی سے روکتے ہیں۔ہم دیکھ رہے ہیں آج کا بڑا مسئلہ اور بین الاقوامی مسئلہ دہشت گردی بنا ہوا ہے کیا ہے جی دہشت گرد جو ہیں وہ لوگوں کو مار دیتے ہیں لوگوں کے گھر اُجاڑ دیتے ہیں بُری بات ہے انہیں روکنے کے لئے کیا کیا جائے انہیں روکنے کے لئے سارے ملک پر فوج چڑھا دو۔کیا اِن فوجی کارروائیوں سے جو امریکہ نے کیں دہشت گردی رُک گئی!

آگ ہی لائی گئی آگ بجھانے کے لئے

آگ بجھانے کے لئے آپ اور آگ لے آئیں گے تو آگ بجھے گی یا پھیلے گی؟ دہشت گرد دس گھروں کو تباہ کرتے تھے امریکی کارروائیوں نے ممالک اُجاڑ دیے۔وہ سو لوگوں کو مارتے تھے انہوں نے کروڑوں کو مار دیا۔دہشت گردی سے دہشت گردی کو روکنے سے تو دہشت گردی بڑھی۔لیکن اگر یہی رکاوٹ اس طرح پیدا کی جاتی کہ لوگوں کو روزگار فراہم کئے جاتے انصاف فراہم کیا جاتا اور جو ایک آدمی بُرائی کرتا ہے اُسے عدالت میں لایا جاتا اُس کے ساتھ انصاف کیا جاتا اور دوسرے جو اسباب بنیادی ہوتے ہیں اب ایک بندہ جو بھوک سے مر رہا ہے اُس کے بچے مر رہے ہیں تو ظاہر ہے شاید وہ چوری کرنے پہ آمادہ ہو ہی جائے یا اُسے کوئی دس مہینے کا راشن سال کا دے دے تو اُسے کہے کہ فلاں جگہ بم پھینک آؤ تو وہ تو پھینک آئے گا۔تو یہ حکومتوں اور حکمرانوں کی ذمہ داری نہیں ہے کہ بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرے اور بھوکوں کے کھانے کا اہتمام کریں؟ انسانی بنیادی ضرورتیں ذمہ داری ہوتی ہیں حکومت کی کہ وہ

بچوں کے پڑھانے کا اہتمام کرے بیماروں کے علاج کا اہتمام کرے بے روزگاروں کو روزگار دینے کا اہتمام کرے تو جس بندے کو دو وقت کی روٹی اور اُس کے بچوں کی رہائش اور گھر نصیب ہو جائے اُس کا دل جرم کرنے کو نہیں چاہتا کون ایسا پاگل ہے جو خود کو مصیبت میں ڈالے گا! لیکن اس کے باوجود بھی اگر کوئی کرے تو پھر اُس بندے کو جو ایک جرم کرتا ہے اُسے عبرت ناک سزا دی جائے، تو مجرم کو سزا دینا بھی نیکی ہے۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب۔ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ جرم پر سزا جو ہے اسی میں قوموں کی زندگی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک آدمی کی سفارش کی گئی جس نے چوری کی تھی اور اُسے ہاتھ کاٹنے کی سزا ملی تھی تو قبائل کے سردار جمع ہوئے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ۔ یہ بڑے خاندان کا لڑکا ہے اور اچھے خاندان کا فرد ہے اور اس سے غلطی ہو گئی اس نے چوری کر لی تو اگر اس کے ہاتھ کٹ گئے تو پورا خاندان جو ہے اُس کی بڑی بدنامی ہو گی اور پتہ نہیں کب تک یہ بات چلتی رہے گی کہ تم لوگ تو چور ہو تو آپ ﷺ اسے معاف فرما دیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے اُس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد رسول اللہ ﷺ یہ چوری ثابت ہو جاتی تو میں اُس کے ساتھ کٹوا دیتا۔ مزید فرمایا کہ پہلی قومیں تباہ اِسلئے ہوئیں کہ غریب جرم کرتے تو سزا پاتے اور امیر جرم کرتے تو انہیں معاف کر دیا جاتا۔ آج بھی عموماً ہمارا انصاف اس درجے پر پہنچ چکا ہے کہ غریب جرم تھوڑا کرتا ہے سزا زیادہ پاتا ہے۔ ایک دفعہ بہت بارشیں ہوئیں لوگوں کے مکان گر گئے تو بڑی کرم نوازی کی گئی کہ جس کا مکان گر گیا ہے اسے پانچ ہزار روپے قرض دیا جائے وہ پانچ پانچ ہزار تو لوگوں نے لے لئے لیکن لوگوں کو ہم نے دیکھا جب واپسی کا وقت آیا تو انہیں اتنا تنگ اور اتنا پریشان کیا گیا کہ مکان تمہارا ضبط ہو جائے گا فروخت کر دیں گے یہ کریں گے وہ کریں گے۔ یہاں تو انصاف پورا ہو رہا تھا لیکن جو لوگ پانچ پانچ سو کروڑ لے لیتے ہیں اُن کا معاف ہو جاتا ہے یعنی جو اربوں میں لیتے ہیں وہ دیتے ہی نہیں اُن کے قرضے ہمیشہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بڑے لوگوں کے بچے جو جرم کرتے ہیں اُن کی بے شمار رعایتیں اور سفارشیں ہوتی ہیں کہ ثابت ہی نہیں ہوتا کہتے ہیں جی باعزت بری ہو گیا غریب جرم نہ بھی کرے ایک دفعہ پکڑا جائے تو برسوں اُس کی جان نہیں چھوٹتی۔ انصاف کے طریقے کار لمبے ہیں

1972ء میں ایک گاؤں کے دو آدمیوں نے ایک بندہ قتل کر دیا دونوں آدمی 1984ء میں سزائے موت ہو گئے پھانسی لگ گئے انصاف ہو گیا ٹھیک ہے لیکن یہ 72ء سے 84ء تک جو بارہ سال لگے ان بارہ سالوں میں اُن کی زمینیں بک گئیں جائیداد بک گئی بچے آوارہ ہو گئے بیویاں پندرہ دفعہ کبھی پولیس والوں کے ہاتھوں اور کبھی وکیلوں کے ہاتھوں اور کبھی چپڑاسی کے ہاتھوں بے آبرو ہوئیں۔ یہ سزا کس جرم کی تھی؟ اب بارہ سال جو انہوں نے جیل کاٹی اور جو دو خاندان ہی تباہ ہو گئے یہ کس جرم کی سزا تھی؟ کیا صرف یہی قصور تھا اُن کا کہ وہ غریب تھے! انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ انہوں نے ایک بندہ قتل کر دیا آپ مہینہ نہ سہی دو مہینے لگتے انہیں پھانسی پہ لٹکا دیتے جھگڑا ختم ہو جاتا۔ یہ تو انصاف تھا لیکن انصاف میں تاخیر بھی ظلم بن جاتی ہے۔ بارہ سالوں کی طوالت نے اُن کے گھر اُجاڑ دیئے بچے آوارہ کر دیئے بیویاں بے آبرو کر دیں تو بچا کیا باقی؟ تو بُرائی کا جواب بھلائی سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی حدودِ شرعی توڑ کر احکام شریعت توڑ کر بُرے انداز سے سلوک کرتا ہے تو وہ اُس کا جواب شرعی حدود کے اندر دیتا ہے اگر قاتل کو عدالت سزائے موت دیتی ہے تو

قاتل نے جو قتل کیا اُسے بُرائی کہا جاتا ہے لیکن عدالت جو اُسے سزا موت دیتی ہے اُسے بُرائی نہیں کہتے وہ نیکی ہے حالانکہ دونوں طرف بندہ ہی قتل ہوا اُس نے بندہ قتل کیا عدالت نے حکم دیا وہ بھی بندہ قتل ہو گیا۔ لیکن اُس کا قتل کرنا بُرائی تھا عدالت نے قانون کے مطابق جو سزائے موت دی یہ نیکی تھی۔ تو بُرائی کو نیکی سے ختم کیا جاتا ہے اِس سے مراد یہ نہیں ہے کہ عیسائیوں کی طرح اگر ایک گال پہ تھپڑ لگے تو دوسرا آگے کر دو یہ مراد نہیں ہے مراد یہ ہے کہ جو کوئی بُرائی کرتا ہے زیادتی کرتا ہے اُس کا جواب دیتے وقت وہ حدودِ شرعی کو چھوڑ نہیں دیتا اُس نے حدودِ شرعی کو چھوڑ ا بُرائی کی لیکن اُس کا جواب شریعت کے اندر رہ کر جو دیتا ہے وہ نیکی ہے۔

اولٰئکَ لھُم عُقبی الدار. آخرت کا گھر ایسے لوگوں کے لئے ہے۔ جنتُ عدن یدخلونھا ومن صلح من ابائھم وازواجھم وذریتھم. ایسے لوگوں کی تو اللہ فرماتا ہے موج لگ جائے گی۔ جنت اُن کے لئے ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ لوگ بھی جو اُن کے آباؤ اجداد میں سے شریعت پہ کاربند ہے وہ بھی ہوں گے اُن کی بیویاں ہوں گی اُن کے بچے ہوں گے یعنی خاندانوں کے خاندان اگر شریعت پہ کاربند رہے تو جنت میں خاندانوں کے خاندانوں کو جگہ دے دی جائے گی اکٹھے یکجا کر دیے جائیں گے اور مل کر رہیں گے۔

والملئکتہُ یدخلونَ علیھم من کل بابٍ ٥ اور فرشتے خادموں کی طرح ہر دروازے پہ اُن کی خدمت کے لئے کھڑے ہوں گے اور داخل ہوں گے اور انہیں کہیں گے۔

سلمٌ علیکُم بما صبر تم. اللہ کی سلامتی ہو تم پر کہ تم نے صبر سے زندگی کاٹی ہے یعنی شریعت پر جم کر رہے مصیبت آئی تو بھی راحت آئی تو بھی، بھوک افلاس آیا تو بھی، اور دولت آ گئی تو بھی حدودِ شرعی کو نہیں چھوڑا۔ یہ صبر ہے! تم نے صبر کیا۔

فنعمَ عُقبی الدار ٥ تو کتنا مزے کا یہ آخرت کا گھر ہے اب موج کرو۔

آخرت کی زندگی نہ ختم ہونے والی ہے اور دنیا کی زندگی چند روزہ ہے خوش نصیب ہے وہ جو والدین کی نجات کا سبب بھی بنے اور اولاد کی نجات کا سبب بھی بن جائے اور اللہ کریم اپنے چاہنے والوں اپنے سے محبت کرنے والوں پر یہ انعام فرما دیتے ہیں کہ اُن کے والدین کو بھی نجات ہو جاتی ہے اولادوں کو بھی نجات ہو جاتی ہے اور آخرت میں اللہ کریم کامیابی عطا فرماتے ہیں۔ اللہ کریم ہم سب پہ رحم فرمائے ہماری خطاؤں اور گناہوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں اُن لوگوں میں شامل فرمائے جن کے خاندانوں کے خاندان جنت میں داخل ہوں گے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ ......فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی رائے چراغ محمد کی والدہ انتقال کر گئی ہیں۔

☆ ......فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کی ساتھی مسز مقبول کے والد وفات پا گئے ہیں۔

☆ ......اٹک سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی رحمٰن حسین کی خالہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ ......ستراہ سیالکوٹ) سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی کے والد وفات پا گئے ہیں۔

☆ ......ہری پور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی انور سعید کی ہمشیرہ انتقال کر گئی ہیں۔

☆ ......گوجرہ (چک نمبر ۹۶) کے پرانے ساتھی غلام مصطفےٰ کی اہلیہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ ......ٹوبہ ٹیک سنگھ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ڈاکٹر نصیر احمد کے بھائی بشیر عابد وفات پا گئے ہیں۔

عامر چیمہ سے عامر شہید تک

عامر چیمہ شہید کے والد کا **پیغام**

آج عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید کو دیارِ غیر میں شہید ہوئے ایک سال ہو چکا ہے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قوم کو یاد دہانی کرا دوں کہ عامر چیمہ کن حالات میں شہید ہوئے توہین رسالت پر مبنی ۱۲ عدد کارٹون سب سے پہلے ۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء کو ڈنمارک کے اخبار ''جیلنڈز پوسٹن'' نے شائع کیے ان سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ (نعوذ باللہ) بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ امن کے داعی نہیں بلکہ جنگ اور ہلاکت کی سوچ رکھنے والے ہیں، وہ نبی ﷺ جس کو خود خدا رحمتہ اللعالمین فرمائے جو یکسر کرم ہی کرم ہو جس نے عرب کے جنگجو قبیلوں کو شیر وشکر کیا ہو جسنے بچیوں کو زندہ دفن کرنے کی قبیح رسم کو دفن کیا ہو جس نے بے سہاروں کو سہارا دیا ہو جس نے عورتوں کو ظلم کی چکی سے نجات دلائی ہو جس نے عین جنگ میں فصلوں کو تباہ کرنے اور مقابلے پر نہ آنے والوں کو مارنے سے منع کیا ہو جس نے طائف میں پتھر کھا کر بھی بددعا نہ دی ہو جس نے یتیموں کے سر پر دست شفقت رکھا ہو جس نے بے بس بیواؤں کو تکریم دی۔ جو اس دنیا میں ہر مخلوق کے لئے رحمت ہی رحمت ہو اور آخرت میں بھی رحمت ہی رحمت ہو۔ جس کی رحمت اللعالمینی ہر عالم میں مسلم ہو۔ وہ کیسے امن دشمن ہو سکتا ہے۔

ایک فرضی کارٹون کے ذریعے حضور ﷺ کی توہین کی جسارت کو کوئی مسلمان کیسے برداشت کر سکتا ہے ڈنمارک میں موجود مسلم ممالک کے سفیر اکٹھے ہوئے اور انہوں نے ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو ڈینش وزیر اعظم سے درخواست کی مگر وزیر اعظم نے اسے آزادی صحافت قرار دے کر ملاقات سے انکار کر دیا یہ مسئلہ دب گیا عالم اسلام اس گستاخی سے بے خبر رہا۔

دس جنوری ۲۰۰۶ء کو ناروے کے جریدے میگزنیت نے یہ خاکے ری پرنٹ کر دیئے اگلے دن ناروے کے بڑے اخبار واگ بلاوت نے یہ خاکے انٹرنیٹ ایڈیشن میں شامل کر دیئے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے یہ گستاخی پوری دنیا میں پھیل گئی اس کے بعد یکے بعد دیگرے خاکے فرانس، اٹلی اور سپین کے اخبارات نے بھی شائع کر دیئے۔ یہ خاکے فرانس کے اخبار فرانس سویئر، جرمنی کے اخبار ڈائی ایلٹ اور بلاکر رتنک اور اٹلی کے اخبار لاشامیا میں شائع ہوئے جب یہ خاکے شائع ہوئے اس وقت ان کارٹون کے چھپنے پر اُمت مسلمہ بے بس تھی اور احتجاج کر رہی تھی جلسے جلوس کر رہی تھی لیکن ان اخبارات کے ایڈیٹرز ٹس سے مس نہ ہوئے اور نہ ہی ان کی حکومتیں کیونکہ ان کے نزدیک یورپ کی آزادی صحافت مسلمانوں سے شروع ہوتی ہے اور مسلمان پر ختم ہوتی ہے عامر چیمہ جرمن یونیورسٹی۔

Neiderhein University of Applied Sciences Bavarian Textile Management میں آخری سمسٹر کا طالب علم تھا وہ اکتوبر ۲۰۰۵ء میں پاکستان ماں باپ سے آخری بار ملنے آیا تین سمسٹرز پاس کر چکا تھا چوتھا سمسٹر جاری تھا کہ توہین رسالت پر مبنی کارٹونوں نے جہاں دیگر عالم اسلام کو ہلا کر رکھ دیا وہاں عظیم نوجوان وغیور عاشق رسول عامر عبدالرحمٰن چیمہ کو بھی تڑپا دیا اپنے پیارے نبی ﷺ کو تو وہ ماں باپ دنیا جہاں ہر ڈگری، ہر امتحان، ہر کامیابی سے بڑھ کر پیار کرتا تھا وہ گستاخ رسول کو برداشت کر ہی نہیں سکتا تھا جرمنی کے شہر برلن سے نکلنے والے

اخبار ڈائی ویلٹ کے چیف ایڈیٹر ہیزک بروڈر کی گستاخ شرارت نے عامر عبدالرحمٰن چیمہ کا سکون چھین لیا اور اس نے اس بدبخت پر تمام تر سیکورٹی کے باوجود ۲۰ مارچ ۲۰۰۶ء کو اس پر حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا اور چند دن بعد یہ بدبخت واصل جہنم ہو گیا ۲۰ مارچ کو ہی جرمن پولیس نے اسے گرفتار کیا اور تین مئی ۲۰۰۶ء کو اسے اذیت دے کر شہید کر دیا۔

چار مئی کو ہمیں (والدین) کو اطلاع دی گئی اس کی شہادت کی خبر پھیلتے ہی پاکستان بھر میں اسلامیان پاکستان نے شدید احتجاج کیا اور ناموس رسالت کے اس پروانے اور اس کے خاندان کے ساتھ اظہار عقیدت ومحبت کیا۔ کیونکہ اسلامیان پاکستان کے خمیر اور خون میں عشق مصطفیٰ ﷺ رچا بسا ہوا ہے۔

تیرہ مئی کو اس کی میت جرمنی سے لاہور لائی گئی اور ساروکی چیمہ میں امانتاً دفن کی گئی۔ یہاں پر میں یہ بتا تا چلوں کے شہید کی وصیت تھی کے اسے جنت البقیع میں دفن کیا جائے اگر یہ ممکن نہ ہو تو کسی بڑے قبرستان میں، ہم عرصہ تیس سال سے راولپنڈی میں رہتے ہیں لیکن ہمیں راولپنڈی اسلام آباد میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی گئی اور ہمیں مجبوراً اسے ساروکی کی وزیر آباد میں دفنانا پڑا۔

تیرہ مئی ۲۰۰۶ء کو لاکھوں عاشقان رسول نے اس کی جنازہ میں شرکت کی میں ان سب خواتین وحضرات کا، صحافی برادری کا میڈیا کا مشکور ہوں کہ آپ نے جہاں ہماری ہمت بندھائی وہیں آپ نے سچے عاشق رسول ﷺ ہونے کا ثبوت دیا میں آپ کا مشکور ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ کی یہ کوشش قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ بنے گی۔

اب تیرہ مئی ۲۰۰۷ء کو عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید کی پہلی برسی عقیدت واحترام سے منائی جا رہی ہے میں پوری قوم سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جذبہ عشق مصطفیٰ کے تحت (فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر) دیار غیر میں ناموس رسالت کے اس شہید کو خراج عقیدت پیش کریں گے۔ صبح نو بجے ساروکی چیمہ وزیر آباد سے سولہ کلومیٹر کے فاصلے پر تشریف لائیں اور ہماری اور پوری امت کا حوصلہ بڑھائیں اس برسی میں بھرپور شرکت آئندہ آنے والے کسی گستاخ رسول کے لئے پیغام ہو گا کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن شان رسالت ﷺ کے گستاخ کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔

میرے اکلوتے بیٹے نے پوری امت کا کفارہ ادا کر دیا جیسا کہ اس نے اپنی وصیت میں لکھا ہے اور اب شہید کا یہ فرض امت پر ہے کہ وہ اسے جنت البقیع میں تدفین کا بندوبست کرے کلام پاک اور درود شریف پڑھ کر اسے ایصال ثواب بخشے۔

میں خاص طور پر پاکستان کے نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ برسی میں شریک ہو کر عامر چیمہ شہید کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا ثبوت دیں عامر چیمہ شہید کے نام پر ہم نے عامر چیمہ شہید ٹرسٹ قائم کر دیا ہے عامر چیمہ شہید کے حوالے سے آئندہ تمام کام اسی ٹرسٹ کے ذریعے کئے جائیں گے کسی فرد، کسی ادارے یا تنظیم کو عامر چیمہ شہید ٹرسٹ کی اجازت کے بغیر کسی منافع بخش کام کی اجازت نہیں ہوگی۔

میں آخر میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ عامر بیٹے نے ناموس رسالت ﷺ کے لئے اپنی جان قربان کی ہے اسے کسی قسم کے مسلک، حزب، گروہ، جماعت یا تنظیم سے بلند سمجھا جائے اور اسے صرف دیار غیر میں ناموس رسالت ﷺ کے شہید کے طور پر لکھا اور پڑھا جائے۔

۱۹۲۷ء کے بعد ۲۰۰۶ء میں سرزمین پاکستان کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ غازی علم دین شہید کے بعد غازی عامر چیمہ شہید کا تعلق بھی اسی سرزمین پاک سے ہے اور عامر چیمہ شہید کا نام بھی غازی علم دین شہید کی طرح آنے والی نسلوں کو عشق رسول ﷺ کا یہ پیغام دیتا رہے گا کہ گستاخ رسول کا ایک ہی علاج ہے کہ اسے واصل جہنم کر کے حیات دوام حاصل کر لی جائے۔ ☆☆☆

پروفیسر محمد نذیر چیمہ

چیئرمین عامر شہید ٹرسٹ

عامر چیمہ شہید کی برسی پر امیر المکرم کا پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عامر چیمہ سے عامر شہید تک کا سفر اور وہ بھی دیارِ غیر میں' کفر کی کچھار میں! کتنی عجیب بات ہے اور کتنے مشکل سوال راستے کی گھاٹیاں بنتے ہیں! مثلاً حصول علم کے لئے پردیس میں' پرائے دیس میں پہنچا۔ تکمیل کے بعد زندگی کی تصویر' اچھی ملازمت' اعلیٰ عہدہ' پیار کرنے والی بیوی اور ننھے ننھے چاند تارے' مستقبل کے آسمان کی تصویر۔

بوڑھے والدین جو روانہ کرنے کے بعد کامیاب واپسی کے منتظر' خاندان کے دیگر افراد' اپنا ملک علاقہ گاؤں اور اپنی مٹی کی بوباس۔ پھر بھلا کیسے یہ سب بھول گیا' خیالوں سے نکل گیا' نگاہوں سے اوجھل ہو گیا! کیا کافر کے لئے اس کا کافر ہونا ہی کافی نہیں' کسی اور سزا کی کیا ضرورت؟ وہ تو پہلے سے سزا یافتہ ہے۔ یہ سارے قصے عقل و خرد سے متعلق ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ ایک طویل سلسلہ ہے جس کا صرف نمونہ پیش کیا جا سکا۔

یہاں معاملہ سودائے عشق کا ہے اور عشق بھی کس ذات گرامی سے جو خود منبع عشق و محبت ہے ﷺ! بس بات قبولیت کی ہے ورنہ مدعی تو بے شمار ہیں' جسے اس ذات کریم ﷺ نے قبول فرما لیا۔ وہ کافر سے بھی اس بارگاہ میں گستاخی برداشت نہ کر سکا اور خون جگر سے وہ داغ مٹا دیا۔ جان دی اور اس انداز سے دی کہ کوئی مصلحت دیوارِ راہ نہ بن سکی اور حضورِ مصطفیٰ ﷺ شہید ہو کر موت کو بھی مات دے دی۔

چہ خوش رسمے بنا کر دند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

امیر محمد اکرم اعوان

امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان
ضلع چکوال

دعا کا سلیقہ

''دعا یہ ہوتی ہے کہ اس کے لئے جو وسائل آپ کے اختیار میں ہیں' وہ اختیار کریں اور پھر خلوص کے ساتھ اپنا عجز اپنی بیکسی اللہ کے حضور ظاہر کر دیں کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا آپ ہی کر سکتے ہیں۔ دعا کا سلیقہ یہ ہے کہ تعمیل ارشاد کے لئے اپنی کوشش پوری کی جائے اور اپنی کوشش پوری کرنے کے بعد یہ عرض کیا جائے کہ بار الٰہی مجھے پتہ ہے میں عاجز ہوں' مجھ سے یا میری کوششوں سے نہیں ہوگا کرنا آپ ہی کو ہے' یہ جو میں نے اسباب اختیار کئے ہیں' یہ بھی آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے' آپ کی اطاعت کے لئے کئے ہیں' آپ کا کام ہے کہ آپ میرا مقصد حل فرما دیں۔''

تعاون

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پُل کوریاں' سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-2667571

مسلمان اور قرآن

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

اگلے روز اسلام آباد کے ایک فنکشن میں جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے نے بہت خوبصورت تقریر فرمائی جس کے جستہ جستہ جملے مجھ تک پہنچے مگر الحمدللہ بہت خوبصورت باتیں کیں کاش قوم اس پر غور فرمائے انہوں نے بنیادی بات جو کی وہ قرآن کریم کے بارے تھی جو بہت مختصر اور جامع تھی کہ ہر موجد جو ایجاد کرتا ہے اس کے ساتھ اس کا کتابچہ یا بک لیٹ بھی بناتا ہے کہ اس کو کس طرح سے استعمال کیا جائے۔

اسی طرح جس کاریگر نے یہ جہاں بنایا اور انسان کو تخلیق فرمایا اس نے انسان کے ہاتھ اپنی کتاب بھی دے دی کہ اس جہاں میں کس طرح گزارا کرنا ہے ۔ ماشاء اللہ کیسی سادہ اور کتنی خوبصورت حقیقت ہے اس کے ساتھ انہوں نے اسلام اور دیگر مذاہب کا تقابلی جائزہ بھی پیش فرمایا اور دیگر مختلف موضوعات پر بات کی مثلاً کو ایجوکیشن، خواتین کا پردہ، مردوں کا داڑھی رکھنا وغیرہ یہ سب باتیں بہت خوبصورت اور مدلل تھیں بہر حال انہیں جاننے کے لئے انکی تقریر کی کیسٹ کی جانی چاہیے فی الحال میں صرف قرآن کریم کے مطالعہ اس میں تدبر اور تفکر کی بات عرض کر رہا ہوں جسکے بارے انہوں نے ایک اور خوبصورت ریمارکس یہ دیا کہ جن لوگوں نے اپنی روزی روٹی دین سے وابستہ کر رکھی ہے یعنی دین ہی کو پیشہ بھی بنا لیا ہے ان کو چھوڑ کر قرآن کریم کو براہ راست پڑھا اور سمجھا جائے کہ قرآن حکیم پر اہل حق نے بہت کام کیا ہے اور الحمدللہ ہر موضوع کو احادیث مبارکہ سے تفصیلاً بیان فرما دیا ہے وہ علماء حق دین جن کا پیشہ نہ تھا نیز قرآن کریم ہر فرد کو براہ راست مخاطب فرماتا ہے اس سے بات کرتا ہے اور دلائل سے بات کرتا ہے عقلی دلائل بھی اور نقلی دلائل بھی پیش فرماتا ہے اور امور کے نتائج پر گزشتہ اقوام کے حالات کو بطور دلیل لاتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ اللہ کریم کا ذاتی کلام ہے گہرائی اور گیرائی میں اس کی کوئی حد نہیں اس کی ظاہری اور باطنی خوبیوں کی کوئی انتہا نہیں نہ کوئی شمار کر سکتا ہے اس کے باوجود اس قادر مطلق نے ہر پڑھنے والے کے لئے اسے آسان فرمایا ہے "**لقد یسرنا القرآن لذکر فھل من مدکر**" کہ نصیحت اور رہنمائی حاصل کرنے کے لئے ہم نے قرآن کو آسان تر کر دیا جو بھی استفادہ کرنا چاہیے۔ کتنی خوبصورت بات ہے کہ صدق دل سے جو بھی ہدایت کا طالب ہو اور قرآن سے رہنمائی چاہے وہ قرآن کریم کا مطالعہ کرے اس کے معانی و مفاہیم جاننے کی کوشش کرے اسے نہایت آسان پائے گا اور پھر مسلمان جس کے دل میں نور ایمان ہے اور سچی طلب بھی موجود ہے وہ کیسے محروم رہ سکتا ہے ہاں شرط یہ ہے ہدایت کا طالب ہو۔ علماء کے مطابق قرآن حکیم کی جو تفاسیر زیور طبع سے

آراستہ ہوئیں انکی بقداد اڑھائی لاکھ کے قریب ہے اگرچہ بیشتر پھر نایاب ہو گئیں اور جو لکھی تو گئیں مگر طبع نہ ہو سکیں ان کے بارے اللہ کریم ہی جانے۔ ہر مفسر نے بیش بہا موتی اس بحرزخار سے برآمد فرمائے مگر یہ اللہ کریم کا کلام ہے جس کے کمالات اور نکات نادرہ ختم نہیں ہو سکتے۔تقریباً 66 تفاسیر قدیم وجدید بندہ کی لائبریری میں بفضل اللہ موجود ہیں اور ہر ایک لعل وجواہر سے پر ہے اس سب کے باوجود ایک عام مسلمان کے لئے بھی اسے آسان کر دیا ہے اور جو بھی خلوص سے رہنمائی کے لئے اس کا مطالعہ شروع کرے ہدایت پاتا ہے۔

ہم تلاوت کرتے ہیں بہت سارے ختم پڑھنے کے لئے اور تلاوت کرتے ہیں ثواب حاصل کرنے کے لئے تلاوت کرتے ہیں ثواب بخشنے کے لئے یہ سب کام اپنی جگہ درست قرآن کریم دیکھنا' چھونا' پڑھنا سب ثواب مگر اصل ثواب تو اس سے رہنمائی حاصل کرنا ہے جو اس کے نزول کا مقصد ہے ہم تلاوت کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے بندوں کے لئے ہے یہ درست نہیں ذرا اس انداز سے اس کو دیکھا جائے کہ یہ کتاب میرے لئے ہے اور مجھے اسکو سمجھ کر اپنے لئے راستہ متعین کرنا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ کریم کتنے پیار سے بات کرتا ہے بندے کو مخاطب فرماتا ہے اور اسے کہانیاں سناتا ہے بہلانے کے لئے نہیں سچی کہانیاں جن کے انجام سے باخبر ہو کر وہ اپنی راہ حیات متعین کرتا ہے پھر مشورے دیتا ہے بہت پیارے حکم دیتا ہے کہ تمہیں ایسا ضرور کرنا ہے اور بار بار اپنی محبت کا یقین دلاتا ہے کہ مجھے تم سے پیار ہے میں تمہاری بھلائی کے لئے تمہیں سمجھا رہا ہوں کبھی پیار سے روکتا ہے اور کبھی سختی سے منع فرما دیتا ہے کہ اگر ایسا کرو گے تو پھر میرے اور تمہارے پیار پر حرف آئے گا پھر دوستی کیسی۔ پھر آدم علیہ السلام کا مقصد سناتا ہے ابلیس کی سرکشی اس کے مردود ہونے کی بات کرتا ہے اسکی نسل آدم سے دشمنی کی بات سناتا ہے اور فرماتا ہے بھلا تم مجھے چھوڑ کر اس دشمن کی گود میں جا بیٹھو گئے یہ کیسے ہو سکتا ہے پھر اپنے محبوب ﷺ کی باتیں سناتا ہے ان کے کرم کے قصے ان کی محبتوں کی باتیں' انسانیت پر ان کی شفقتوں کی باتیں پھر انکی عظمتوں کے نشان اور انکی خدمت میں پہنچنے والوں کی عظمتیں اور ان پر اپنے بے پناہ احسانات شفقتیں اور محبتیں اور پھر فرماتا ہے آجاؤ تم بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ کہ لذت آشنائی سے سیر کام ہو سکو اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ سابقہ گناہوں کی سیاہی کو بھی دھو دیتا ہے زندگی بھر کی لغزشیں کوتاہیاں جرم اور گناہ خواہ بھی ہمالیہ سے بھی بڑے ہوا ایک طلب حق پر ایک سچی آرزو پر دل کی ایک پر خلوص دھڑکن پر سب معاف فرما دیتا ہے اور پھر ہدایت کے راستے کھول دیتا ہے دل سے نفرتوں کی سیاہیاں دھو کر محبتوں کے چراغ روشن کر دیتا ہے مگر اے کاش کوئی یہ سب کچھ حاصل کرنا چاہے اے کاش مسلمان دنیا بھر کے علوم حاصل کریں کہ یہ مشورہ بھی اللہ کریم کی کتاب میں موجود ہے مگر اس سب کے ساتھ کتاب اللہ کو پڑھیں' سمجھیں اپنی خلوت میں اللہ کریم سے باتیں کریں اسکی پیار بھری باتیں سنیں ان سے سینوں کو روشن کریں اور انسانیت میں روشنیاں بانٹیں۔اللہ کریم کرے ایسا ہی ہو۔

☆☆☆ ....بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت''

lieve! Enter completely into submission (unto HIM). A believer is being asked to bring himself completely inside the cover of Islam. One may commit a mistake, that is a separate issue, and for that he can always resort to repentance, and repentance means a sincere resolve of not repeating that mistake again. It involves a sincere effort to abstain from that mistake in the future; however if he repeats that mistake, repentance is the remedy again. The Prophet[-SAWS] has instructed to recite `*Istighfar*` which is repentance, and he[-SAWS] said that he[-SAWS] himself repeats it at least a hundred times every day.

So it is my humble request to all of you to concentrate on your reformation. My eminent Shaikh[-RUA] used to say that his round the clock efforts were focused on the development of a group of people who could be identified as `Muslims`. Their conduct, their speech, their dealings with fellow beings and character should be so impeccable that anyone dealing with them is forced to acknowledge that he is dealing with Muslims, and this is how Muslims are. May Allah give us the capacity to achieve this, and please evaluate yourselves constantly and reap the fruits of your hard work. As far as I am concerned it is my duty to teach Allah's zikr to all those who wish to learn, beyond this, it is his own responsibility how he handles his affairs. It is between him and his **Allah**; I am always afraid of my own follies, and fear that my duty is not affected. I try my best to teach each seeker Allah's zikr with full attention, and I have never tried to discriminate between any seeker, or given any consideration to their social status, or tried to establish personal links with anyone in hope of drawing some benefit .The Greatest Ruler is Allah Himself, and HE is also the greatest Bestower, so there is no need for pinning hopes on anyone else.

May Allah accept your efforts; please assess yourself and your actions and try to abstain from evil throughout your life. A true slave of Allah is the one who becomes the source of salvation for others as well; who is not only himself delivered from the fire of Hell, but becomes the source of delivering others from it. In the eyes of Allah the most preferred person is the one who himself abstains from invoking Allah's fury, and tries to save others from it. Another misconception regarding the propagation of religion has developed in us, whereby the propagator wants others to submit to his ideas or join his group. The idea is not to conquer others, but to exert with heartfelt sincerity to pull them out of Allah's wrath, and bring them to HIS pleasure. This is a noble effort, and should be the motive behind all forms of religious effort, and is highly appreciated by Allah.

ذکر :- رب جلیل نے ایک بڑا قیمتی اور نادر نسخہ اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ تعلق بڑھانے کے لئے' میری معرفت کو اپنانے کے لئے' رسول ﷺ کے جاننے اور پہچاننے کے لئے آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی غلامی کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ عشق اور آپ ﷺ کے ساتھ محبت کے لئے دین کے غلبے کے لئے' دین کے واسطے ایک تدبیر ہے اور وہ یہ ہے کہ میرا ذکر بہت کثرت سے کیا جائے۔ زندگی میں جتنے کام تم کرتے ہو' ان سب میں سے زیادہ جو کام ہے' وہ میرے نام کو دہرانے کا ہے' کھڑے ہو' بیٹھے ہو' لیٹے ہو' ہر حال میں ذکر کرو۔

recipient of all our future miseries or disease. Now this is what their religion is based on; whereas Islam teaches us the spirit to sacrifice our own comforts in order to alleviate the sufferings of others. Now these are two opposite ideologies; one says gather all your misfortune and miseries and throw it on someone else; the other says share the burden of others' sufferings. So these are two religions, poles apart from one another, as distinct from one another as day is from night. Thus the negative thoughts that someone has invoked disease or misfortune upon you, or has taken away your son from you, will actually denote that Allah's system is so weak that whosoever wants may interfere in it and affect the lives of others. Whereas Allah had made this declaration to Satan, *`Lo! My faithful bondsmen-over them thou hast no power` (17:65)*, so who can be a greater evil force than the Satan himself? And this strength of HIS faithful servants was announced by HIM on the very first day; and those who would choose to abandon their Lord, then HE would also leave them to Satan.

If we hold this belief that Allah is always there, then there is nothing to be afraid of, nobody can harm us. Twice each day we meditate after zikr over the verses *`And HE is with you where so ever you maybe` (57:4)*, and *`WE are nearer to him than his jugular vein` (50:16)* which tells us that HE is within our hearts, more closer to us than even our own selves, and yet we harbor such un-Islamic ideas that HE is helpless and the sorcerers are running the show. Doing Allah's Zikr does not mean that it will make you a saint or the proprietor of Jannah, or that people should gather around you now; rather the output of Zikr is that your precepts and ideology is corrected. Once this is done only then can the actions be right, otherwise without this clarity in precepts any act of piety done incidentally will also be rejected, as the basis of action is the intention and consideration that propelled the action.

So it is my request that we must concentrate on self-analysis, rather than being inquisitive about others. Unfortunately we have gotten into this habit of peeping into the lives of others, what they are doing, how they are doing? We must investigate our own selves the most; we must critically evaluate what we did throughout the day, how we spent our night? It must be pondered over whether our thoughts through the day were positive or negative. This constant screening is extremely vital for reformation; otherwise the entire life will go waste. Hadhrat Umer-RAU said that one must evaluate himself constantly, before the time comes when he is evaluated. However if we are not reformed even after doing Allah's zikr, then there is no other remedy available for us, as Allah's zikr is the ultimate cure. It is what we call in medical terminology as the `Life Saving Drug`, beyond which there is no medicine. The goal is not to become a saint, but to transform into a human being and to at least expel Satan's shareholding in our lives. And the one who succeeds in becoming human achieves all the excellence and honor which is destined only for a human being. He will thus be awarded Allah's nearness, he will be accepted in the Prophet's-SAWS court and will be spared the embarrassment on the Day of Judgment, and Allah will also protect him against any humiliation in this world as well.

This verse is addressing the believers, not the people in general or the infidels, but the believers who recite the Kalimah, worship Allah, asserting that mere belief is not enough, nor is the observation of certain ritual worships. Rather it is desired that *`O ye who be-*

The Quran says `*as for man, whenever his Lord trieth him by honoring him, and is gracious unto him, he saith: My Lord honoureth me*`. So this is one form of trial whereby man is showered with affluence and bounties. Then it is said` *HE trieth him by straitening his means of life, he saith: My Lord despiseth me.`(89:15,16)* so when man experiences a decline in his fortunes, his power, authority, esteem, it is seen by Allah whether he trusts HIM through such misfortune or gives in to despair. Allah knows exactly what he will do, HE does not try us to find out how we will react; rather HE tries us to make us aware of our own deeds. On the Day of Judgment when we will stand before HIM, HE will show us our Record of Deeds and point out where we had relied on HIM, and where we had lost hope in HIM.

I honestly feel that it is a shortcoming on my part as a mentor, that students of this Path, after spending so many years in Zikr **Allah**, cannot even purify their thoughts of such ungodly ideas. At least we must be able to discern the ideology held by a non believer from that of a believer. If we cannot even segregate our thoughts, then how can we possibly prove our individuality as Muslims? A Muslim is a unique person in his surrounding; he can be identified wherever he maybe. He has no authority of his own; rather he is under the rule of his Allah, and HIS Prophet-SAWS. Whatever he is commanded to do, he simply complies; whereas the infidel world lives according to its whims, doing whatever pleases them. They will be answerable for their own conduct, while a believer will be accountable for his. So making the situation clearer the Quran addresses the believers to enter into Islam completely, from belief to conduct. It is not acceptable that after entering into Islam they lead a life characteristic of the infidels; think similarly. Nor is it acceptable that a believer claims that he has embraced the Faith and at the same time takes interest; or is also guilty of lewdness, embezzlement and vices! What kind of an Islam is this? This simply indicates that even after embracing the Faith a believer is toeing the footsteps of the devil, and the Ayah continues to say `*And follow not the footsteps of the devil*` it does not befit a believer after having entered into the fold of Islam to follow the footprints or lines marked by the devil. He must appreciate that for his guidance there are the noble footsteps of the Beloved Prophet-SAWS, so after becoming a believer he must try to pursue them. A believer should evaluate his thoughts, his conduct in the light of the Quran, he should weigh his precepts, and himself in the scale presented by the Quran, and Hadith.

So it is sad that some seekers after spending such a long time in Zikr are still clinging to the ideology held by a Hindu; some lament that their son's livelihood has been blocked by a magic spell etc. I would like to ask them a question, why is it that the infidels living in Europe and America never face such a blockade? This ideology is held only in India, no where else in the world, and in India too only because of the Hindus, as this is what their religion is based on. I was in Dubai on a visit, and my hosts had arranged a car for me with a Hindu driver. One day he didn't show up at appointed time; so when he came I asked him why he was late. He said that they observed a very important ritual on that day and it came only once a year, so he had to be late. I asked him as to how they observe that day, and he told me that they perform certain rituals of worship before their idols, ignite small lamps and then knead a small ball of flour and drop that ball somewhere on the road. I asked what good it would do. He said anybody stepping on it would become the

ENTER ISLAM IN ENTIRETY

Translated Speech of
His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
November 2006

In the Name of ALLAH, the Beneficient, the Merciful

`O you who believe! Enter completely into submission (unto HIM); and follow not the footsteps of the devil. Lo! He is an open enemy for you. (2:208)

This is ALLAH`s Command, and strangely it is addressed to those who believe in HIM. Allah is the Creator of man, as well as of his thoughts, capabilities and aspirations, and HE has given man the right to make a choice; *` Lo! WE have shown him the way, whether he is grateful or disbelieving.* (76:3)

Man has been given the power to choose whether he wants to be grateful to his Creator, or not. The human psyche which works behind this authority is well known to ALLAH. It is often professed wrongfully that this world is something to be despised, or is hateful; but it is not true. The truth is that this world is a beautiful place; it is full of pleasures and charm for the human disposition, so much so that for its love man abandons his Creator. Had this been worthless or despicable or without any pleasures then why would a man prefer it over the pleasures of Allah's nearness? This world is also HIS creation and HE has made it with such perfection that it has become a trial for man. It must be remembered that our deeds rest on the precepts and beliefs we hold. Even if our deeds are little in quantity, but are based on the correct precepts then these are surely valued. However if the precepts are not correct then nothing is accepted, no matter how much we do. Our tragedy is that we have spent 1500 years with Hindus in the sub-continent which even witnessed the rule of such Muslim emperors who strived for Hindu-Muslim unity and in the process made amendments to Islam, interpolating it with ungodly precepts. Akbar the Moghul emperor ruled the sub-continent for 50 years, and he was the greatest champion of this cause, and even married a Hindu lady to promote this unity. His son Jahangir was the son of his Hindu wife. Thus marriages amongst Hindus and Muslims caused an intermingling of ideas, and as a result we adopted most of their concepts. For instance I receive a lot of letters saying that their provisions have been blocked by some evil spell, now this cannot be the ideology held by a believer, it has certainly come from the Hindus. A Muslim believes simply in the fact that Allah is the Provider (Raaziq), and what HE disburses cannot be intercepted by anyone, nor can anyone grab something that HE has decided not to give. Life is an ongoing process featured with upheavals programmed by HIS Will, by which HE tests HIS mankind; sometimes through might and power, or else with weakness and despair. At times they are victorious, and at times vanquished, but the test is whether they can remain steadfast in their trust on Allah through both; whether they remember Allah in affluence alone, or remain firm in their reliance upon HIM even in destitution?